فتح حقانی

بر

فرقہ رضاخانی

تبرکات

مجدد العصر امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب رضا فاروقی
مجددی نور اللہ مرقدہ



ناشر

(مولانا) محمد عبدالمہیمن صاحب فاروقی نے
امام اہلسنت اکاڈمی درگاگنج کاکوری لکھنؤ سے شایع کیا

عرض ناشر

اللہ تبارک وتعالیٰ کا صمیم قلب سے شکر گذار ہوں کہ جس نے والد ماجد مجدد العصر امام اہل سنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور صاحب فاروقی مجددی نور اللہ مرقدہٗ کی تصانیف کی اشاعت کے لئے ہمارا ہی انتخاب فرمایا اور مجدد العصر امام اہل سنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور صاحب فاروقی نور اللہ مرقدہٗ کے علمی تبرکات کو قبولیت عام عطا فرمائی۔

زیر نظر کتاب ایک اہم مناظرہ کی روداد ہے جو اہل سنت اور رضاخانیوں کے مابین امروہہ ضلع مراد آباد میں ۱۶ ار جون ۱۹۲۶ء کو منعقد ہوا تھا۔ اس مناظرہ میں اہل سنت کو مندرجہ ذیل فتوحات ملے تھے۔

۱۔ رضاخانی مناظر کو عین جلسہ مباحثہ میں پچاس روپیہ بطور جرمانہ دینا پڑے۔

۲۔ رضاخانی مناظر کی مغلوبیت کتابوں کے جھوٹے حوالے اور عبارتوں کے غلط ترجمہ سب پر ظاہر ہوگئے۔

۳۔ اخیر میں مغلوبانہ صلح کرکے مسلمانوں کو کافر وہابی بنانے سے توبہ نامہ لکھ کر دینا پڑا۔

۴۔ صدر جلسہ نے جو امروہہ کے رئیس اور غیر جانب دار تھے اپنے فیصلہ میں اہلسنت کی فتح کا مدلل فیصلہ دیا۔

اس کتاب کی اشاعت سے قصر رضاخانیت میں ایسا زبردست زلزلہ آیا ہے اور ایسی ہیبتناک دراڑ پڑگئی ہے، جس کی اب دوبارہ تعمیر ہو ہی نہیں سکتی۔

میری حق تعالے سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

محمد عبدالمہیمن فاروقی

۲۰ فروری ۱۹۷۴ء



حامداً و مصلیاً

یہ روداد آج سے بہت پہلے شائع ہو چکی ہوتی چنانچہ اس کا دیباچہ وغیرہ اسی وقت کا لکھا ہوا ہے، مگر یہ خیال دامنگیر ہوا کہ اس مناظرہ کا اختتام مصالحت پر ہوا ہے مبادا روداد کی اشاعت اس کے منافی سمجھی جائے اور بدعہدی کا الزام ہماری طرف عائد ہو۔

جس مصالحت پر اس مناظرہ کا اختتام ہوا وہ اپنی نوعیت میں ایک چیز تھی کسی رضاخانی کا کسی مسلمان کی تکفیر سے دست بردار ہونا اور نہ صرف سلام و کلام بلکہ اس قدر اکرام و احترام کے ساتھ معانقہ کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں ان لوگوں کی نظر میں جو دل و زبان کو ایک رکھتے ہیں معمولی نہ تھیں مگر رضاخانیوں کے نزدیک یہ بھی منجملہ ان مکائد کے تھا جو روافض کے حلیف کے لئے سرمایۂ افتخار ہو سکتے ہیں۔

ہم لوگ اس مصالحت سے ابتداء میں بھی کچھ خوش نہ تھے کیونکہ ہمارا غلبہ ایک

ایسا غلبہ تھا کہ ہر شخص اس کو برای العین مشاہدہ کر رہا تھا۔ معاملہ قریب ختم آچکا تھا۔ اور رضا خانیت کا نیم جان افعی دم توڑ رہا تھا۔ لیکن ہو جانے کے بعد اس کی رعایت و پابندی کو اپنا فرض جانتے تھے، مصالحت کے بعد سب سے پہلی کارروائی یہ ہوئی کہ فریق ثانی کی طرف سے مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے جو آج کل رضا خانیوں کے رکن اعظم سمجھے جاتے ہیں اپنے ماہوار رسالہ السواد الاعظم میں ایک مضمون اس مناظرہ کے متعلق شائع کیا جو علاوہ اشتعال انگیز و دل آزار ہونے کے سرتاپا[1] غلط اور جھوٹ بھی ہے ہم نے اس مضمون پر بھی خاموشی اختیار کی اور جادۂ مصالحت سے

---

[1] رسالہ السواد الاعظم ایک ماہوار پرچہ ہے جو رضا خانیوں کے رکن اعظم مولوی نعیم الدین مراد آبادی کے اہتمام سے شائع ہوتا ہے اسکے نمبر ۹ مورخہ ماہ محرم ۵۳ھ میں ص۲ سے لیکر ص۵ تک پورے چار صفحوں میں مباحثہ موبہہ کا بیان ہے اس مضمون میں بڑی کوشش اس بات کی کی ہے کہ مناظرہ کا بانی و محرک اہل سنت کو ثابت کریں اسکے بعد لکھا ہے کہ مولوی نثار احمد نے اپنا اہل سنت ہونا احادیث نبویہ سے ثابت کر دیا پھر علم غیب کی بحث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ مولوی نثار احمد نے رضا خانیوں کا عقیدہ آیات قرآنی سے ثابت کر دیا اور مولوی عبد الشکور صاحب جواب نہ دے سکے لیکن مولوی نثار احمد نے جو پچاس روپیہ جرمانہ ہزاروں آدمیوں کے سامنے جامع مسجد میں دیا اس کا ذکر کیا نہ طرفین کے دلائل بیان کئے صلحنامہ کے مضمون کو تحریف کے ساتھ چھاپا اور اس صلحنامہ کو شکست نامہ سے تعبیر نہ کیا حالانکہ وہ اگر شکست نامہ ہے تو رضا خانیوں کے لئے جن کے مناظر نے مجلس مباحثہ میں اپنے اصلی عقائد کا اظہار نہ کیا اور جن سے سلام و کلام ناجائز تھا ان سے مصافحہ و معانقہ کیا۔ تقویۃ الایمان کا نام بھی مباحثہ میں نہیں آیا اور نہ تقویۃ الایمان کے خلاف کسی بات کا اظہار ہوا۔ اگر مولوی نعیم الدین اس جھوٹی فتح کا راگ گانے میں حق بجانب ہیں تو اب طرفین کے دلائل شائع کر دیں ساری حقیقت کھل جائے گی۔ ۱۲

قدم باہر نہ رکھا لیکن امروہہ کے شکست خوردہ رضاخانیوں نے اشتہار بازی شروع کی جیساکہ جناب صدر نے بھی اپنے فیصلہ میں اسکا اظہار کیا ہے اسپر بھی ہم نے خیال کیا کہ جب تک خود مولوی نثار احمد کی طرف سے کوئی بات خلاف مصالحت نہ صادر ہو اس وقت تک مصالحت کو بالکل کالعدم نہ سمجھنا چاہیئے۔

ہم لوگ اسی خیال میں تھے مگر رضاخانیوں کی بے چینی اس مناظرہ کے اثرات سے یوماً فیوماً بڑھتی ہی گئی یہاں تک کہ مولوی نعیم الدین مرادآبادی نے وہ فساد انگیز اشتہار[1] شائع کیا جو پادرہ ضلع گجرات کے کسی تاجر کے نام سے ہے اس لمبے اور بے معنی اشتہار میں رضاخانی مولویوں کی فہرست میں مولوی نثار احمد کا نام نہیں لکھا گیا اس کے علاوہ اور بھی معتبر ذرائع[2] سے معلوم ہوا کہ رضاخانیوں نے اپنی برادری سے بیچارے مولوی نثار احمد کو خارج کر دیا، حالانکہ ان کا کچھ بھی قصور نہ تھا حق کے سامنے باطل کو مغلوبیت سے بچانا کس کے امکان میں ہے، بلکہ سچ پوچھو تو مولوی نثار احمد نے پھر بھی بڑا کام کیا کہ مصالحت کر کے کچھ پردہ تو رکھ لیا۔

کاش رضاخانی اپنے نئے حلیف یعنی روافض سے یہ سبق بھی سیکھ لیتے کہ وہ اپنے اس مولوی و مجتہد کی جو سنیوں سے مناظرہ میں ہار جائے اور زیادہ قدر کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مناظرہ میں ہار جانا حقانیت کی علامت ہے، جیساکہ امام جعفر صادق کے ارشاد سے جو ان کی کتاب مجمع البحار میں منقول ہے، مفہوم ہوتا ہے۔

---

[1] اس فساد انگیز اشتہار کے دو جواب امروہہ سے شائع ہوئے ایک مرادآباد سے ایک سہارنپور سے ایک دیوبند سے رضاخانیوں کی مشاقی اشتہار بازی میں بھی نہ چلی ۱۲ [2] چنانچہ ان کے مفتی اعظم حشمت علی نے امروہہ میں برملا کہا کہ مولوی نثار احمد ہماری جماعت کے کوئی متعلق شخص نہیں ہیں۔ ۱۲

المختصر ان باتوں نے یہاں تک دکھلایا کہ مولوی نثار احمد کو اپنی روزی میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہوا یا کیا غرضکہ وہ موقع کی تلاش میں رہے اور اپنی اس زور شور کی مصالحت کے خلاف کارروائی کرنے اور اس کو تارِ عنکبوت کی طرح توڑنے پر آمادہ ہوگئے۔

چنانچہ ماہ نومبر ۲۷ء میں

بمقام گونڈا ایک جلسہ وعظ منعقد ہوا اور اس میں عجیب عجیب مکائد سے رضاخانیوں نے اپنا پورا اجتماع جمع کیا اور حضرت مولانا مولوی محمد عبدالشکور صاحب کو بھی بڑے اصرار کے ساتھ بلوایا آپ کے چند مخلصین احباب کو درمیان میں ڈالا اور آپ تشریف لے گئے۔

اس جلسہ میں سب سے پہلا وعظ حضرت رحمہ اللہ ہی کا رکھا گیا آپنے اس کو بھی منظور فرمایا اور اپنے اسی خاص عالمانہ طرز میں جو آپ کے مخصوصات سے تھا قرآن مجید سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بے مثل و بے مثال فضائل اور نبوت کے دلائل بیان فرمائے جو کبھی ان رضاخانیوں نے خواب میں بھی نہ سنے ہوں گے خاتمہ بیان پر ممدوح نے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو بالاختصار بیان فرمایا اس آیت کی تفسیر ہو رہی تھی، وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ وذلک دین القیمۃ۔ توحید اور نماز اور زکوٰۃ کا بیان ایمان والوں کے ایمان کو تازہ کر رہا تھا مگر رضاخانی عقیدۂ توحید کے بیان سے سخت مضطرب و بے چین تھے، حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ

جب اللہ کی توحید کا بیان ہوتا ہے تو بے ایمان لوگ بے چین ہو جاتے ہیں، اذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یومنون۔

حضرت ممدوح کے بعد نظام جلسہ میں کچھوچھوی صاحب کا نمبر تھا مگر نہ معلوم کس طرح سے مولوی نثار احمد کھڑے ہو گئے اور سخت بے چینی و سراسیمگی کے ساتھ حضرت کی تقریر پر اعتراضات[1] شروع کئے بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہونچے کہ کوئی نامہذب

---

[1] سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ مولانا صاحب نے یہ آیت پڑھی تھی قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا مولوی نثار احمد نے کہا کہ اس آیت میں مالک بالذات ہونے کی نفی ہے اور آیت میں آگے چل کر الا ما شاء اللہ ہے جسکو مولانا صاحب نے چھوڑ دیا عوام کو خوب سبز باغ دکھایا کہ دیکھو آدھی آیت پڑھی آدھی چھپا دی اور پھر حضرات سے کہا کہ تمہیں بتاؤ مستثنیٰ منہ پڑھا جائے اور مستثنیٰ چھوڑ دیا جائے تو کیا یہ جائز ہوگا نہیں جواب کا موقع ملتا تو قلعی کھل جاتی اور کہا جاتا کہ حضرت یہ الا ما شاء اللہ استثنائے منقطع ہے ایسا نہیں ہے کہ بغیر اس کے لائے مطلب پورا نہ ہو خود انھیں کے بیان کے مطابق ترجمہ کی بنا پر بھی استثنائے متصل نہیں بن سکتا کیونکہ آیت کا مطلب استثنائے متصل کی صورت میں یہ ہوگا کہ اے نبی کہدیجئے کہ میں نفع و ضرر کا مالک بالذات نہیں ہوں لیکن خدا چاہے تو مالک بالذات ہو جاتا ہوں یہ مطلب ان کے نزدیک بھی کفر ہے آیت کا صحیح مطلب استثنائے منقطع ہی کی صورت میں ملتا ہے یعنی یہ کہ اے نبی کہدیجئے میں نفع و ضرر کا مالک نہیں ہوں بلکہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مولوی نثار احمد صاحب نے اپنی تقریر میں توحید کو رد کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ قرآن سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مالک بھی ہیں معطی بھی ہیں مغنی بھی ہیں پھر خدا جانے کس ترنگ میں یہ بھی کہہ گئے کہ یہ سب صفات مجازی طور پر ہیں، مجاز کہکر اپنی ساری تقریر کو خود ہی رد کر دیا پوچھئے کہ جب یہ سب مجاز ہیں تو مجاز کا ذکر کیا اصل چیز تو معنی حقیقی ہیں عوام بیچارے حقیقت و مجاز کا

(باقی صفحہ پر)

لفظ نہ چھوڑا جو اپنے سوقیانہ لہجہ میں حضرت ممدوح کی شان میں نہ استعمال کیا ہو حضرت مولانا بالکل خاموش بیٹھے سن رہے تھے، اور واقفانِ حال متحیر تھے کہ بارخدایا یہ وہی شخص ہے، جو ابھی چند روز ہوئے حضرت مولانا کی خدمت میں پچاس روپیہ جرمانہ داخل کر چکا ہے اور اس قدر اخلاص و وفاداری کے اظہار کے ساتھ مصافحت اور مصانعت کے بعد معانقہ کر چکا ہے۔

مولوی نثار احمد کو حد سے تجاوز کرتے ہوئے اور اپنے لوگوں میں اشتعال کے آثار دیکھ کر آخر میں حضرت مولانا نے فرمایا کہ کیا آپ امروہہ کا منظر پھر یہاں دیکھنا چاہتے ہیں، اس کے بعد جناب مولوی حکیم عبدالباری صاحب یہ دیکھ کر صدر جلسہ اپنے فرائض سے بالکل معطل و معزول ہیں کھڑے ہو گئے اور مولوی نثار احمد سے فرمایا کہ مولانا! یہ عالموں کی محفل ہے، شہدوں کی محفل نہیں ہے۔

اس مہذب و متین اور مختصر جملہ نے ساری بیہودگیوں کا انتقام لے لیا، بشرطیکہ غیرت واحساس ہو، اسی وقت محفل وعظ درہم و برہم ہو گئی اور یہی رضاخانیوں کا مقصود تھا۔

آخری لطیفہ

یہ بھی سننے کے قابل ہے کہ جلسہ میں اپنے ہم مشرب رضاخانیوں کے سامنے تو

(باقی صـ۹ کا) فرق کیا جائیں ان کے حق میں یہ باتیں سواعقائد خراب کرنے اور شرک پیدا کرنے کے اور کوئی نتیجہ نہیں دے سکتیں، اگر موقع جواب کا ملتا تو ان سب باتوں کی حقیقت اچھی طرح واضح ہوتی اور مولوی نثار احمد و نیز کچھوچھوی صاحب کو پورا مزہ مل جاتا۔ ۱۲

مولوی نثار احمد نے سلام یا سلام کا جواب دینا جو معنی ایسا کچھ جوہر شرافت دکھلایا لیکن گونڈا سے واپسی کے وقت وہ بھی ریل کے اسی ڈبہ میں بیٹھے جس میں حضرت مولانا تھے ان کے پہونچانے کو ایک متنفس بھی اسٹیشن تک نہ آیا تھا اور حضرت مولانا کو رخصت کرنے کے لئے ایک جماعت ہمرکاب تھی، مولوی نثار احمد کی نظر جیسے ہی حضرت مولانا پر پڑی تو بڑے آداب کے ساتھ نہایت خوشامد کے لہجہ میں کہتے ہیں، السلام علیکم مزاج مبارک۔ اس وقت ایک عجیب حالت ان کی تھی جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی تھی، پھر معلوم ہوا کہ سلام ختم ہونے سے پہلے ہی مولوی نثار احمد اس ڈبہ سے غائب ہو گئے اب خدا جانے درمیان میں کہیں اتر گئے یا کسی دوسرے ڈبہ میں جا کر چھپ رہے۔

یہ حالت ہے ان رضا خانیوں کی یہ ہے ان کی صلح اور یہ ہے ان کی جنگ، مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں۔ (۱) امانت میں خیانت کرے (۲) جھوٹ بولے یا بدعہدی کرے (۳) کسی سے لڑائی ہو تو سب ودشنام زبان پر لائے (نعوذ باللہ منہ) اس واقعہ کے بعد اب روداد کی اشاعت کو روکنا اور شائقین کے تقاضوں کو جو مسلسل اس وقت سے جاری ہیں نظر انداز کرنا بالکل بے وجہ تھا لہذا روداد جو پہلے ہی مرتب ہو چکی تھی ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔

مجھے امید ہے کہ طالبان حق اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور موجودہ اختلافات میں راہ حق معلوم کر کے رضا خانیوں کے زہریلے اثر سے اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھیں گے۔

آخر میں بصد دردمندی گزارش ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو پورے طور پر متفق ہو کر رہنے کی بیش از بیش ضرورت ہے سمجھدار لوگوں کو اس طرف خاص توجہ

کرنی چاہیئے اور جو لوگ اغیار کے آلہ کار بنکر تشتت وافتراق کے ساعی ہیں ان سے مسلمانوں کو بچانے کی پرزور کوشش کرنی چاہیئے۔ وما علینا الا البلاغ۔

خاکسار

زاہد حسن۔ رشیدی۔ امروہوی

نائب مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ۔ چلّہ امروہہ



الحمد للّٰہ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ محمد المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ نجوم الھدیٰ

اما بعد خاک پای علمائے ربانی خاکسار زاہد حسن امروہوی عفا اللہ عنہ جناب ارباب حق و انصاف کی خدمت میں اس وقت امروہہ کے اس عبرت آموز واقعہ کی روداد عرض کرتا ہے جو ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ ہجری میں پیش آیا، یہ واقعہ اپنے آغاز کے لحاظ سے جس قدر تلخ و ناگوار تھا اسی قدر انجام و نتیجہ کے لحاظ سے شیریں و خوشگوار ثابت ہوا وذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون۔

تلخی و ناگواری یہ تھی کہ اس وقت ہندوستان کی فضا ہرگز ان بحثوں کے مناسب نہ تھی اس وقت جبکہ غیر مسلم اقوام اپنے پورے جد و جہد کے ساتھ مسلمانوں کے فنا کرنے اور ان کے مذہب اور سردار مذہب (روحی لہ الفداء) کی توہین کرنے میں سرگرم ہیں، ضرورت تھی کہ مسلمان ان فروعی اور غیر ضروری قصوں کو فراموش کرکے متفقہ

قوت سے ان فتنوں کا مقابلہ کرتے اور اسلام کی عزت کی حفاظت کو ہر چیز پر مقدم کرتے مگر بعض اصحاب کو انھیں تصوں میں کچھ ادبی فائدہ حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالے ان کو فہم سلیم عطا فرمائے آمین

تمام دنیا جانتی ہے کہ ان قصوں کی ابتدا ہر جگہ رضاخانی صاحبان کی طرف سے ہوتی ہے، جہاں تک ممکن ہوتا ہے ہم لوگ ٹال لیتے ہیں اور ہر قسم کی طعن و تشنیع برداشت کرتے ہیں مگر افسوس کہ ہمارا اتنا عاجزی پر محمول کیا جاتا ہے اور ہمت کی بلند پروازی خوب خوب رنگ دکھاتی ہے بالآخر اپنے فرائض مذہبی سے مجبور ہو کر ہمارے علمای کرام کو اس میں دخل دینا پڑتا ہے۔

امروہہ کا واقعہ ان تمام کارروائیوں کا بہترین شاہد ہے، کئی سال سے یہاں رضاخانی مولوی صاحبان یکے بعد دیگرے دورہ فرمارہے تھے اور ہر دورہ میں جس قدر آتش فشاں بیانات ان کے ہوتے تھے سننے والے خوب جانتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ امروہہ میں سنیوں کے دو ٹکڑے جدا جدا نظر آنے لگے۔ ان رضاخانی مولوی صاحبوں نے نہایت دلخراش الفاظ میں علمائے اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج بھی دیا اور ہم خاموشی سے سنتے رہے۔ ہماری طرف سے سواد فاعی کارروائی کے وہ بھی ایک طویل خاموشی کے بعد اور تہذیب و متانت کے ساتھ اور کچھ بھی نہیں ہوا۔

یوں تو رضاخانی مولوی صاحبان وقتاً فوقتاً بہت سے تشریف لاتے رہے مگر زیادہ قابل ذکر دو صاحب ہیں، اول مولوی حشمت علی صاحب دوم مولوی نثار احمد صاحب۔

غالباً یہ حقیقت اب ہندوستان کے سیاسی حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اصلی فتنہ میں جو کہ اس وقت برپا ہے جس سے ایک کامیاب بنیاد تفریق بین المسلمین

کی قائم ہوتی ہے ایک زبردست طاقت کا مخفی ہاتھ کام کر رہا ہے لیکن اس زمانے میں بہت لوگ بے خبر ہیں کہ اس فتنہ میں علاوہ اس زبردست طاقت کے شیعہ بھی بالاعلان فریق ثانی کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں خصوصاً جہاں حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب مدیر النجم لکھنؤ رحمۃ اللہ علیہ سے مقابلہ ہو وہاں تو شیعہ اپنی ساری قوت ختم کر دیتے تھے شیعہ قوم بھی پروپگنڈا کرنے میں اور سیاسی چالوں میں اہل یورپ سے کم نہیں ہے

حضرت رحمۃ اللہ سے شیعوں کو جو زک پہونچی ہے اس کو سارا زمانہ جانتا ہے، ان کے دلائل قاہرہ کے مقابلہ سے شیعوں کا سارا فرقہ عاجز ہے اور شیعہ خوب سمجھ چکے ہیں کہ ان کے مذہب کی حقیقت اس طرح بے پردہ ہو رہی ہے کہ اس کا علاج ان کے پاس نہیں ہے لہذا انھوں نے رضاخانی صاحبوں کو اپنے انتقام کا ایک آلہ بنا رکھا ہے اور یہ لوگ کٹھ پتلیوں کی طرح ان کے ہاتھوں میں کام کر رہے ہیں۔

امروہے کے شیعوں کو خصوصیت کے ساتھ حضرت ممدوح کی طرف سے ناسوری زخم پہونچ چکے ہیں کیونکہ ۱۳۳۲ھ میں اسی امروہہ میں وہ قیامت خیز مناظرہ ہوا تھا جس نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں یہ غلغلہ بلند کر دیا کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہ ہے اور نہ ہوسکتا ہے، لہذا یہاں کے شیعہ مدتوں سے ایسے موقع کی تلاش میں تھے۔

اسی اثنا میں مولوی نثار احمد صاحب کانپوری تشریف لائے اور انھوں نے اپنے وعظوں میں مناظرہ کے چیلنج دیکر بھڑکتی ہوئی آگ پر تیل ڈالنا شروع کیا اور آپ نے بالتخصیص حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحبؒ کا نام لیکر شیعوں کا دلی مقصد پورا فرمایا، ہماری خاموشی سے ہمت جو بڑھی تو آپ نے متعدد وعظوں میں بڑے

زور شور کے ساتھ یہ اعلان دیا کہ مدیر النجم ہرگز میرے مقابلہ میں نہیں آسکتے اگر آجائیں تو میں اپنی۔

جیب خاص سے پچاس روپیہ

بطور نذرانہ کے پیش کروں گا، چلتے وقت یہ بھی فرماگئے کہ اگر وہ کبھی امروہہ میں آجائیں تو ۱۲ رکا تار مجھے دیدینا پھر قدرت خدا کا تماشہ دیکھ لینا۔

شیعہ ان اعلانات سے جس قدر خوش ہوئے ظاہر ہے بیچاروں کو مدت کے بعد منہ مانگی مراد ملی، مولوی نثار احمد صاحب کے معتقدین بھی ان اعلانات پر پورا وثوق رکھتے تھے اور کیوں نہ رکھتے ایک عالم کی زبان سے کچی بات کیوں نکلنے لگی اس وقت امروہہ کے گلی کوچوں میں سوا اس ذکر کے کوئی ذکر ہی نہ تھا۔

حسن اتفاق سے جناب حکیم محمد اسمٰعیل صاحب امروہی کے یہاں ایک تقریب ۱۴ ذالحجہ کو ہونے والی تھی اس میں حضرت مولانا صاحب مدیر النجم نے شرکت کا وعدہ فرمالیا رضاخانی صاحبوں کو اس وعدہ کی خبر دی گئی فوراً انھوں نے مولوی نثار احمد صاحب کو تار دیا کیونکہ وہ لوگ ان تعلی آمیز اعلانات پر جان و دل سے فریفتہ ہورہے تھے۔

بالآخر ۱۴ ذالحجہ کو بروز چہارشنبہ صبح کی گاڑی سے حضرت مولانا صاحب تشریف لائے اور اسی دن شام کو مولوی نثار احمد صاحب بھی پہونچ گئے رضاخانیوں کی ہمت تو بڑھی ہوئی تھی فوراً انھوں نے مناظرہ کی تحریک شروع کردی، حکیم اسرار الحق صاحب جو اس تحریک میں روح رواں تھے اور

مناظرہ کے تحریری[۱] چیلنج بھی دے چکے تھے خود تشریف لائے اور شرائط کے متعلق تقریباً سات آٹھ گھنٹہ ان سے بات چیت رہی قریب ۱۱ بجے شب کے یہ قصہ ختم ہوا اور اکثر حصہ شرائط کا طے ہو گیا چند امور طے ہونے کا باقی تھے جن کی بابت خیال تھا کہ طے ہوں گے اس کے بعد مباحثہ شروع ہوگا مگر صبح ہوتے ہی یہ خبر ملی کہ مولوی نثار احمد صاحب مع اپنے رفقا کے مقام مباحثہ یعنی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔

اس عجلت میں خاص مصلحت یہ تھی کہ وہ لوگ سمجھے ہوئے تھے کہ ہم لوگ بغیر بقیہ امور کے طے کئے ہوئے مقام بحث میں جانا پسند نہ کریں گے۔ لہذا تھوڑی دیر انتظار کے بعد عوام ہی میں اعلان کر دیا جائے گا کہ دیکھو فریق ثانی نہیں آیا اس طرح مباحثہ سے بھی جان بچ جائے گی اور مفت کی فتح ہو جائے گی لیکن ہم کو اس کارروائی کی خبر مل گئی اور ہم لوگ بھی مع حضرت مولانا صاحب کے جامع مسجد پہونچ گئے بقیہ امور وہیں طے ہوئے طرفین کے دس دس آدمی امن کے ذمہ دار ہوئے اور جناب سید علی متقی خاں صاحب رئیس امروہہ صدر جلسہ قرار پائے، اور خدا خدا کر کے شرائط نامہ کی ایک ایک نقل فریقین کو دی گئی اور مناظرہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

نقل شرائط نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی و جناب مولانا شاہ نثار احمد صاحب کانپوری

---

[۱] حکیم صاحب کے اور مولوی کاظم علی صاحب کے مابین جو خط و کتابت ہوئی وہ بھی بجائے خود بہت دلچسپ ہے مگر بخیال اختصار ہم نے اس کو درج نہیں کیا ہے ۱۲

میں بوساطت مولانا سید کاظم علی صاحب میرٹھی اور خاکسار محمد اسرار الحق صدیقی شرائط ذیل پر آج ۱۶ ر جون ۱۹۳۴ء مطابق ۱۵ ر ذالحجہ ۱۳۲۵ھ یوم پنجشنبہ کو مسائل مختلف فیما بین جو ذیل میں درج ہیں مناظرہ قرار پایا ہے، مقام مناظرہ ہذا جامع مسجد امروہہ مقرر ہوا اور آج کے بعد سے ہر روز وقت مناظرہ کا ٹھیک سات بجے صبح سے دس بجے دن تک معین کیا گیا ہے۔

شرائط منفصلہ

۱۔ تقریر کے واسطے جتنا وقت ایک فریق کے مناظر صرف فرمائیں گے اتنا ہی وقت دوسرے صاحب کو دیا جائے گا۔

۲۔ دل آزار اور اشتعال انگیز الفاظ کوئی مناظر استعمال نہ کرے گا اگر کوئی فریق ایسا کریگا تو صاحب صدر جلسہ اس کو روک دیگا اگر صدر کے روکنے پر بھی ایسے الفاظ سے کوئی مناظر باز نہ آئے گا تو اس کی شکست سمجھی جائے گی اور مناظرہ ختم ہو جائے گا۔

۳۔ صدر جلسہ باتفاق فریقین منتخب ہوگا جو جلسہ کا نظم اپنے ہاتھ میں رکھے گا اور کوئی شخص بجز فریقین کے مناظر کے بدون صدر کی اجازت کے جلسہ میں گفتگو کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

۴۔ شہر کے عمائدین میں فریقین کی ایک ایک جماعت حفظ امن کی ذمہ دار ہوگی دو تحریروں پر ان کے دستخط ہو کر فریقین کو دیئے جائیں گے۔

۵۔ جس فن کا مسئلہ ہوگا اس فن کی معتبر کتابوں کی معتبر روایات سے استدلال

کیا جائے گا۔

۶۔ فریقین پر بہ پابندی مذہب یہ بات لازم سمجھی جائے گی کہ مسائل متنازع فیہا میں خود قرآن و حدیث سے استدلال کریں کسی شخص کا کلام جب تک کہ وہ اپنا امام نہ ہو قابل قبول نہ ہوگا یا کم سے کم اپنے مذہب کے ان اشخاص میں ہو جس کو اہل مذہب نے اس قابل سمجھا ہو۔

۷۔ مناظرہ اس طرح ہوگا کہ ہر مناظر کی تقریر لکھی جائے گی جس کو وہ بعد ختم تقریر دیکھکر دستخط کر کے فریق ثانی کو دیدے گا تو فریق ثانی کے مناظر اس کا جواب دیں گے۔

مسائل زیر بحث

فریقین میں سے اہل سنت کون ہے۔ امکانِ کذب باری تعالیٰ۔ امکان نظیر جناب ختمی مآب صلے اللہ علیہ وسلم۔ ندائے غیر اللہ۔ علوم ماکان و مایکون بعطائے الٰہی جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے۔ قیام وقت ذکر ولادت شریف جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم۔ شرکت عرس بزرگانِ دین علیہم الرحمہ فاتحہ کھانا رکھکر ہاتھ اٹھاکر۔

ان کے ختم ہو جانے پر فریقین کو اختیار ہوگا کہ ان کے علاوہ اور کوئی مسائل پیش فرمادیں۔ بالفعل صدر جلسہ جناب سید علی تقی خاں صاحب مسلمہ فریقین تجویز ہوئے ہیں۔

العبد
نثار احمد عفا اللہ عنہ

العبد
خاکسار محمد اسرار الحق صدیقی بادوی امروہی۔ مورخہ ۱۶ رجون ۱۹۲۷ء

چند ضروری گزارشین

اس موقع پر چند ضروری باتیں قابل گزارش ہیں جو گویا ایک اجمالی خلاصہ مناظرہ کا ہے، اور اصل مسائل کی تقریر سے قبل ان کا ذہن نشین کر لینا موجب بصیرت ہے

۱۔ مسائل مجوزہ میں سے پہلا مسالہ ہمارا تجویز کیا ہوا تھا، باقی سب مسائل فریق ثانی کے اصرار سے رکھے گئے تھے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ یہی مسائل اہل سنت ہونے کا مدار و معیار ہیں۔

۲۔ مباحثہ ہذا چھ دن تک قائم رہا یعنی ۱۵ ذالحجہ کو شروع ہوا اور ۲۰ ذالحجہ کو ختم ہوا اور مسائل مجوزہ میں سے صرف امکان نظیر بحث نہیں ہوئی اور بحثیں نامکمل رہیں، جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

۳۔ رضاخانی مولوی صاحبان میں صرف مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی جو استاذ العلماء کہے جاتے ہیں، پہلے دن جلسہ مباحثہ میں تشریف لائے مگر اسی دن مرادآباد واپس گئے تیسرے دن پھر باصرار مرادآباد سے لائے گئے اور انھوں نے ایک جماعت کے سامنے یہ الفاظ کہہ کر "مجھے آپ لوگ کیوں بلاتے ہیں، لوٹیا ڈوبنا تھی سو ڈوب گئی" شرکت سے جلسہ کے انکار کر دیا صرف دو گھنٹہ جلسہ میں بیٹھکر مرادآباد تشریف لے گئے اور پھر نہیں آئے۔ دو ایک غیر معروف مولوی صاحبان البتہ برابر شریک جلسہ رہے۔

۴۔ مباحثہ کا پہلا جلسہ دیکھکر تمام رضاخانیوں کو اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا لہذا مناظرہ کو درہم و برہم کرنے کی فکریں کی گئیں کبھی منتظمان جامع مسجد کو بہکایا کہ

تم یہاں مناظرہ کی اجازت نہ دو ورنہ تمہاری بدنامی ہوگی کبھی صدر صاحب کو اپنی خلاف تہذیب حرکات سے نقض امن کا اندیشہ دلا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ صدارت سے استعفا دیدیں چنانچہ یہ سب قصے وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے اور ان کے دفعیہ کی کوشش ہوتی رہی۔

۵۔ شرائط نامہ کی دفعہ ۲ کی پابندی بالکل نہ ہوئی جناب مولوی نثار احمد صاحب کا نہ صرف لہجہ بلکہ الفاظ اس قدر خلاف تہذیب ہوتے تھے کہ بار بار صدر صاحب کو روکنا اور معافی مانگنے پر مجبور کرنا پڑتا تھا لیکن معافی مانگنے کے بعد بھی پھر وہی روش ان کی قائم رہتی تھی صدر صاحب نے ایک تحریر بھی مولوی نثار احمد صاحب کو بھیجی جس میں انھوں نے لکھا کہ مجھے حیرت ہے کہ اِن حالات پر جلسہ میں فساد کیوں نہیں ہوجاتا۔

۶۔ شرائط نامہ کی دفعہ ۷ کی پابندی سے بھی عین وقت پر فریق ثانی نے انکار کردیا اور یہ طے ہوا کہ پوری تقریر نہ سہی جو جملہ اپنے مخاطب کا کوئی مناظر لکھوانا چاہے گا، وہ اسی وقت لکھ کر دستخط کرکے دینا ہوگا لیکن مولوی نثار احمد صاحب نے اس کی پابندی بھی نہ کی ان کے کئی جملے وقتاً فوقتاً لکھوانے کی درخواست کی گئی صدر صاحب نے بھی بڑا زور دیا مگر انھوں نے نہ لکھنا تھا نہ لکھا۔

۷۔ اس مباحثہ میں حسب ذیل فتوحات بعنایت الٰہی حاصل ہوئیں جن کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

الف۔ مولوی نثار احمد صاحب کو اپنے تعلّی آمیز اعلانات کے غلط ہوجانے پر

مباحثہ کے پہلے ہی جلسہ میں پچاس روپیہ دینا پڑا۔ ایک عالم کے لئے کم ذلت کی بات نہ تھی کہ اس کی بات اس طرح جھوٹی ہو جائے اور اس کی تعلی اس طرح اس کے لئے موجب رسوائی ہو۔

ب۔ مولوی نثار احمد صاحب کا خلاف تہذیب الفاظ بولنا اور ہماری طرف سے بجائے انتقام کے مولانا صاحبؒ کا یہ فرمانا کہ جو کچھ آپ مجھے کہیں میں معاف کرتا ہوں یہ شعر بھی آپ نے اس وقت پڑھا کہ ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ج۔ مولوی نثار احمد صاحب نے کتابوں کے بہت غلط حوالے دیئے جن کا بار بار ان سے مطالبہ کیا گیا عام و خاص سب کو اس کا پورے طور پر احساس ہوا مثلاً کہا کہ درمختار میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غیب داں تھے اور مثلاً کہا کہ ترمذی میں ہے کہ علمت ما کان وما سیکون اور مثلاً کہا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا پاؤں سو گیا تو انھوں نے وامحمداہ کہا اور مثلاً کہا کہ شامی جلد اول صفحہ ۶۳۱ میں اولیٰ کا لفظ ہے۔

اور مثلاً کہا کہ ایک روایت میں ہے کہ یاارض ابلعی ماءک حضرت نوح علیہ السلام کا قول ہے، حالانکہ کسی روایت میں ایسا نہیں۔

د۔ کتابوں کی عبارت پڑھنے میں بہت خیانت کی جو جملہ اپنے مطلب کے موافق سمجھا اس کو پڑھ دیا اور آگے پیچھے کی عبارت خلاف مطلب دیکھکر چھوڑ دی مثلاً اشعۃ اللمعات کی عبارت التحیات کی شرح میں کہ شیخ نے جو لکھا ہے کہ

یہ واقعہ شب معراج کا ہے اس کو تو چھوڑ دیا اور اس کے بعد کی عبارت جس میں بعض عرفا کا قول ہے پڑھ دی اور مثلاً اشعۃ اللمعات کی عبارت جس میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر چادر مراد نہیں ہے بلکہ دروازہ کا پردہ مراد ہے چھوڑ دی۔ اور مثلاً شرح جامی کی ایک عبارت پڑھ کر یہ ثابت کیا کہ مندوب منادیٰ کی ایک قسم ہے اور آگے چل کر جو اختلاف اس میں بیان کیا ہے اس کو نہ پڑھا اور مثلاً نور الانوار کی وہ عبارت تو پڑھ دی جس میں یہ بیان ہے کہ مَا عموم کے لئے ہوتا ہے لیکن وہ عبارت چھوڑ دی جس میں یہ بیان ہے کہ کسی قرینہ کے ساتھ خصوص کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔

۵۔ دھوکے بہت دیئے مثلاً کہا کہ مشکوٰۃ کی روایت میں ہے کہ حضور نے اپنا میلاد پڑھا اور مثلاً کہا کہ مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور جب کھڑے ہوتے تو صحابہ کرام بھی کھڑے ہو جاتے اور مثلاً مشکوٰۃ کی روایت میں لفظ فبارک کا ترجمہ یہ کر دیا کہ حضورؐ نے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھا۔

۶۔ بے علمی کی باتیں بہت کیں مثلاً شامی جلد اول صفحہ ۱۳۶۲ کی عبارت میں لفظ فتاویٰ کو فتاوِی پڑھا اور ٹوکنے پر کہا کہ اس میں ایسا ہی لکھا ہے اور مثلاً احادیث کے پڑھنے میں لفظی اور اعرابی غلطیاں بہت کیں اور مثلاً ابن حجر صاحب فتاوی کو کہا کہ یہ ابن حجر شارح صحیح بخاری ہیں اور مثلاً ملا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ اور مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کا ایک مکالمہ بیان کیا حالانکہ دونوں کے زمانے میں صدیوں کا فرق ہے، ملا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے معاصرین و مسترشدین میں ہیں۔

یہ سب کارروائیاں مولوی نثار احمد صاحب کی عین جلسہ مباحثہ میں بار بار گرفت کی گئیں۔ حق یہ ہے کہ مولوی صاحب ہی کی ہمت تھی دوسرا ہوتا تو بات نہ کرسکتا۔

ز۔ چھٹے دن مباحثہ میں مولوی نثار احمد صاحب کی ایک تقریر سے مصالحت کی گفتگو پیدا ہو گئی اور صدر صاحب نے اس پر بڑا زور دیا جو اسلامی مفاد اور مسلمانوں کے مصالح کے لحاظ سے منظور کر لی گئی اور اسی پر جلسہ مباحثہ ختم ہو گیا حالانکہ خود ہی اپنے وعظوں میں ہم لوگوں کو وہابی کہتے تھے سلام و کلام کی ممانعت کرتے تھے۔

۸۔ ہماری طرف سے مباحثہ میں جو دلائل پیش ہوئے ان میں سے بعض کے جواب میں تو معقول نامعقول کسی قسم کا جواب مولوی نثار احمد صاحب نے نہ دیا بار بار ان دلائل کے جواب کا مطالبہ کیا گیا مگر آخر تک کچھ نہ کہا اور بعض دلائل کا جواب دیا مگر جواب الجواب کے بعد خاموشی اختیار کی، بخلاف اسکے ان کی ایک دلیل بھی بے جواب نہیں رہنے پائی۔

۹۔ مولوی نثار احمد صاحب نے مسائل زیر بحث میں اپنا مذہب بدل دیا یعنی جن چیزوں کو اتنی اہمیت دے رہے تھے کہ ان کو اہل سنت ہونے کا مدار قرار دیتے تھے۔ بحث میں یہاں تک نیچے اتر آئے کہ ان چیزوں کو صرف مباح کہا اور کہا کہ کرو تو الحمد للہ نہ کرو تو الحمد للہ۔ سب نے سمجھ لیا کہ ایسی غیر ضروری چیزیں ہرگز مدار اہل سنت ہونے کا نہیں ہوسکتیں۔ علم غیب کے مسالہ میں بھی اپنے اصلی اعتقاد سے ہٹ کر اہل حق کے قریب آگئے۔

۱۰۔ نتیجہ اس مباحثہ کا بہت اچھا رہا کہ شائد کم مناظروں میں ایسا عمدہ نتیجہ نکلتا ہو بہت سے مذبذب لوگ پختہ ہو گئے بہت سے لوگ جو رضا خانی خیال کے تھے وہ ہماری جماعت میں شامل ہو گئے روزانہ تینوں جلسہ مباحثہ میں یہ نظارہ پیش نظر تھا کہ ان کی جماعت گھٹ رہی ہے، ایک دن مباحثہ دونوں وقت ہوا دوسرے وقت جلسہ برخاست ہوتے ہی نماز عصر کی اذان ہو گئی مولوی نثار احمد صاحب اور ان کے ہم خیال بہت گھبرا کر جلدی جلدی اٹھے کہ کہیں ان لوگوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنا پڑے، اس وقت دیکھا گیا کہ ان کے ہمراہ صرف دس بارہ اشخاص اٹھ کر گئے معلوم ہوا کہ بس ان کی جماعت اتنی رہ گئی شیعہ بھی اس مناظرہ میں سخت ناکام رہے، جو تماشا انہوں نے دیکھنا چاہا تھا، وہ نہ ہوا بلکہ اس مناظرہ نے سابقہ تفرقہ کو بھی مٹا کر سب کو ایک گروہ کر دیا فالحمد للہ ثم الحمد للہ۔

آغاز تقریر فریقین

میں ان تقریروں کو تاریخ وار لکھنے کے بجائے مسائل کی ترتیب پر لکھتا ہوں۔ تاریخ وار لکھنے میں ناظرین کو بہت دشواری پیش آئے گی کیونکہ مولوی نثار احمد صاحب نے پہلے ہی دن سے خلط مبحث شروع کر دیا تھا۔

پہلا مسئلہ یعنی یہ کہ اہل سنت و جماعت کون ہے

مولوی نثار احمد صاحب (بعد دعا و درود شریف) جناب صدر و حاضرین

جلسہ مجھے اس مسائلہ پر کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارا فریق مقابل بھی ہمارا اہل سنت ہونا تسلیم کر چکا ہے علاوہ اس کے وہ سات مسائل جو اس کے بعد ہیں وہی ہمارے اہل سنت ہونے کی دلیل ہیں کیونکہ اہل سنت وہی ہے جو ان ساتوں مسائل میں ہمارا ہم عقیدہ ہو۔ جو عقیدہ ہمارا ان ساتوں مسائل میں ہے وہ ہی عقیدہ ائمہ اربعہ اور ان کے متوسلین و مقلدین کا ہے لہذا اب مجھے کسی دلیل کے پیش کرنے ضرورت نہیں ہے۔

جناب مولانا صاحبؒ (بعد خطبہ مسنونہ و درود شریف) ہمارے فاضل مخاطب نے اس پہلے مسائلہ کو بالکل چھوڑ دیا اور حاضرین جلسہ دیکھ لیں گے کہ وہ اخیر تک اس مسائلہ پر بالکل روشنی نہ ڈالیں گے حالانکہ اگر اسی ایک مسائلہ کی کامل تحقیق کی جائے تو آگے بحث کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

فاضل مخاطب کا یہ فرمانا کہ ان کے فریق مقابل نے ان کا اہل سنت ہونا تسلیم کر لیا ہے اور اس لئے ان کو دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے حیرت انگیز جملہ ہے۔ فریق مقابل سے اگر میری ذات مراد ہے تو ہرگز میں نے کبھی ان کا اہل سنت ہونا تسلیم نہیں کیا اور اگر کوئی اور شخص مراد ہے تو اس کا نام بتائیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ کس پایہ کا شخص ہے۔

ذی علم مخاطب کا یہ فرمانا کہ ان سات مسائل میں جو ان کا عقیدہ ہے وہی عقیدہ ائمہ اربعہ کا ہے پہلے فقرہ سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے قیامت تک وہ کسی امام کا قول اپنی تائید میں نہیں دکھا سکتے اور میں بعونہ تعالیٰ پورے زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ فقہ حنفی سے تو ان کو اپنی تائید کے لئے مکڑی کے جالے کی برابر بھی کوئی

کمزور چیز نہ ملے گی

مولوی نثار احمد صاحب - آپ ہی کی جماعت میں سے کسی صاحب نے ہمارے اہل سنت ہونے کا اقرار کیا ہے میں ان کا نام نہیں بتا سکتا میں نے اگر کوئی دلیل اپنے دعوے کی پیش نہیں کی تو ہمارے مخاطب صاحب نے بھی کوئی دلیل پیش نہ کی ان کو چاہیئے کہ وہ دلیل پیش کریں اور میں تو کہتا ہوں کہ ان سات مسائل میں جو عقیدہ میرا ہے یہی عقیدہ ائمہ اربعہ کا ہے اس لئے میرا اہل سنت ہونا تو ثابت ہو گیا (اس کے بعد مولوی نثار احمد صاحب نے مسألہ علم غیب کو شروع کر دیا، اور دو تین آیتیں قرآن شریف کی پڑھ دیں جن کو ہم آگے نقل کریں گے)

جناب مولانا صاحب - ہمارے فاضل مخاطب صاحب غلط مبحث کر رہے ہیں جیسا کہ تمام حاضرین جلسہ محسوس کر رہے ہوں گے، چاہیئے تھا کہ اہل سنت کی تعریف کتب معتبرہ سے بیان کرتے پھر اس تعریف کو اپنے اوپر صادق کراتے لیکن یہ کچھ بھی نہ کیا اور نہ آئندہ کریں گے۔

ائمہ اربعہ کو ان سات مسائل میں اپنا ہم عقیدہ کہنا ایک ایسا دعویٰ ہے جس کا ثبوت ہمارے مخاطب صاحب ہرگز نہیں دے سکتے بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ جب ان مسائل کی بحث شروع ہو گی تو ہم فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے دکھا دیں گے کہ جو عقیدہ ہمارے مخاطب صاحب کا ہے اس عقیدہ کو ہمارے فقہا کفر و ناجائز لکھتے ہیں، لیکن ابھی ان چیزوں کے پیش کرنے کا وقت نہیں ہے میں غلط مبحث کرنا نہیں چاہتا۔

فاضل مخاطب کا یہ فرمانا کہ میں نے بھی کوئی دلیل پیش نہیں کی عجیب و غریب

بات ہے میں کس اصول پر دلیل پیش کرتا مدعی آپ ہیں دلیل پیش کرنا آپ کا کام ہے میں تو مانع ہوں۔

(اس کے جواب میں مولوی نثار احمد صاحب نے کہا کہ مدعی آپ بھی ہیں اس کی بڑی بحث ہوئی آخر اصول مناظرہ کی کتابوں مثل رشیدیہ وغیرہ کے حوالے سے یہ بات ثابت کر دی گئی کہ ایک مسالہ میں متخاصمین مدعی نہیں ہو سکتے)

مولوی نثار احمد صاحب نے اپنی تقریر میں پہلے مسالہ کو بالکل چھوڑ دیا اور علم غیب کے مسالہ پر دو ایک آیتیں اور پیش کر دیں البتہ بار بار یہ کہتے رہے کہ پہلے مسالہ پر اگر میں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی تو آپ پیش کیجئے۔

جناب مولانا صاحب نے اصول مناظرہ کی پابندی کرتے ہوئے مسالہ علم غیب کے متعلق کچھ جواب نہ دیا اور پہلے مسالہ کے متعلق فرمایا کہ آپ مدعی بن کر اس مسالہ پر دلائل پیش نہیں کر سکتے تو مجھے لکھ کر دیدیجئے انشاء اللہ میں مدعی بن کر دلائل پیش کروں گا اور اس کو ثابت کر دوں گا کہ اہل سنت ہم ہیں نہ کہ آپ۔ آخر میں یہ بھی فرمایا کہ اچھا اب آپ مسالہ علم غیب کو چھیڑ چکے لہذا اس کو بحث میں بھی شروع کرتا ہوں اس سے فارغ ہو کر انشاء اللہ میں اس پہلے مسالہ میں مدعی بن کر بدلائل اسکو ثابت کروں گا۔

اہل سنت کی کیا تعریف ہے، اور وہ تعریف ہم میں پائی جاتی ہے نہ کہ آپ میں۔

لیکن علم غیب کے مسالہ سے فارغ ہوتے ہی دوسرے مسائل کی بحث شروع ہو گئی اور آخر میں مصالحت کیوجہ جلسہ مباحثہ برخاست ہو گیا اور اس مسالہ میں مدعی بننے کی نوبت نہیں آئی۔

تمام حاضرین جلسہ نے اس کو محسوس کیا اور صدر صاحب نے بھی اس کو ہی ا...

ظاہر کیا کہ پہلے مسائل کی بحث نامکمل ہے، مولوی نثار احمد صاحب نے اس پر کوئی پیش نہیں کئے۔

دوسرا مسئلہ علم غیب کا

یہ مسئلہ اگرچہ شرائط نامہ میں پانچویں نمبر پر ہے مگر ترتیب بحث کے لحاظ سے اسکو دوسرا مسئلہ قرار دیا گیا۔

رضا خانی صاحبان نے اب علمائے اہل سنت کی دار و گیر سے متنبہ ہو کر علم غیب کا لفظ بولنا چھوڑ دیا ہے اور اب صرف ما کان وما یکون کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

مولوی نثار احمد صاحب میرا عقیدہ یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم بعطائے الٰہی حاصل تھا۔

جناب **مولانا صاحب** میرا عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے امور غیبیہ ما کان وما یکون پر اطلاع دی لیکن جمیع ما کان وجمیع ما یکون کا علم مخصوصات حق تعالے سے ہے۔

مولوی نثار احمد صاحب میرا عقیدہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے از انجملہ دو آیتیں تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک اور ذٰلک من انباء الغیب نوحیہ الیک یعنی یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کو ہم آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں، ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم عطا فرمایا گیا۔

جناب مولانا صاحب آپ کا دعویٰ جمیع ما کان وما یکون کا ان دونوں آیتوں سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ان آیتوں میں ایک خاص واقعہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ غیب کی خبروں میں سے تھا اس پر آپ کو اطلاع دی گئی، ہاں اس آیت سے اس شخص کے مقابلہ میں آپ استدلال کر سکتے تھے جو یہ کہتا ہو کہ غیب کی ایک خبر بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلائی گئی۔

مولوی نثار احمد صاحب قرآن شریف میں ہے عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول یعنی اللہ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو پسند کرے رسولوں میں سے اس سے ثابت ہوا کہ حضور کو غیب پر اطلاع دی گئی کیونکہ بلاشبہ حضور پر نور اللہ کے پسندیدہ رسولوں میں سے تھے۔

جناب مولانا صاحب ۔ اس آیت سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا ہم کب کہتے ہیں کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیب کی باتوں پر اطلاع نہیں ملی بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ غیب کی اتنی باتوں پر حضور کو اطلاع دی گئی جن کو ہزار اور لاکھ میں بھی منحصر نہیں کر سکتے کلام تو اس میں ہے کہ جمیع امور غیبیہ یا جمیع امور پر اطلاع دی گئی یا نہیں آپ کا دعویٰ جمیع کا ہے وہ اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

مولوی نثار احمد صاحب ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تبیاناً لکل شئی فرمایا اور ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے عالم تھے لہذا معلوم ہوا کہ حضور کو ہر شئے کا علم تھا، اس کے علاوہ جامع ترمذی میں روایت ہے کہ حضور نے فرمایا علمت ما کان وما یکون یعنی مجھکو جمیع ما کان وما یکون کا علم

دیا گیا۔

جناب مولانا صاحب تبیانا لکل شی کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے جو آپ مراد لیتے ہیں کیونکہ ایسا علم جو تمام اشیا کو محیط ہو مخصوصات حق تعالیٰ سے ہے بلکہ یہاں اس قرینہ سے کہ قرآن مجید دین کی کتاب ہے کل شی سے مراد وہ ہی کل اشیا ہیں جو ضروریات دین و مصالح امت سے تعلق رکھتی ہوں جیسے حضرت بلقیس کے متعلق فرمایا او تیت من کل شی یعنی بلقیس کو ہر شے میں سے دیا گیا حالانکہ بالاتفاق حضرت بلقیس کو نبوت نہیں ملی نبوت بھی اشیا میں سے ایک شے ہے ذکورت ان کو نہیں ملی وہ بھی اشیا میں سے ایک شے ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ بلقیس کو سلطنت کے متعلق ہر شے دی گئی تھی اس کے بعد تفاسیر میں دکھایا گیا کہ آیت مذکورہ میں کل شی سے مراد یہی ہے)

اور حدیث جو آپ نے پیش کی اس کو ترمذی میں دکھایئے (یہ مطالبہ بار بار کیا گیا اور دوسرے دن پر یہ مطالبہ اٹھا رکھا گیا مگر مولوی نثار احمد صاحب نے ترمذی میں نہ دکھایا) پھر آپ نے حدیث کے ترجمہ میں جمیع اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کے معنی جمیع کے ہوں۔

مولوی نثار احمد صاحب علم محیط تمام اشیا کا میں بھی مراد نہیں لیتا بیشک وہ مخصوصات الٰہی سے ہے، اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں تمام انبیا کا علم ایسا ہے جیسے سمندر میں سوئی ڈبوئی جائے اور اس پر کچھ تری آجائے جو نسبت اس تری کو سمندر کے ساتھ ہے وہی نسبت تمام پیغمبروں کے علم کو حق تعالیٰ کے علم کے ساتھ ہے۔

اب لیجئے میں ایک آیت اور پیش کرتا ہوں وعلمک ما لم تکن تعلم یعنی اے نبی اللہ نے آپ کو تمام وہ چیزیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے۔

یہاں تک تقریر پہونچی تھی کہ صدر صاحب نے ایک پرچہ لکھکر مولوی نثار احمد صاحب کو دیا کہ بحث جمیع ماکان وما یکون کی ہے اگر ہو سکے تو آپ جمیع کی تصریح کسی آیت یا حدیث دکھائیے۔ اس کے جواب میں مولوی نثار احمد صاحب نے کہا کہ)

میں جمیع کی تصریح نہیں دکھا سکتا اور میں جو ترجمہ میں جمیع اور تمام کا لفظ کہتا ہوں یہ لفظ ما کا ترجمہ اصول فقہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ ما عموم کے لئے آیا ہے۔ نور الانوار ص۲ میں ہے۔ فان قال لامتہ ان کان ما فی بطنک غلاما فانت حرۃ فولدت غلاما وجاریۃ لم تعتق لکون کلمۃ ما عامۃ لان المعنی حینئذ ان کان جمیع ما فی بطنک غلاما فانت حرۃ ترجمہ کسی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہو تو آزاد ہے پھر اس لونڈی نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنا تو آزاد نہ ہوگی کیونکہ لفظ ما عام ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے وہ سب لڑکا ہو۔

جناب مولانا صاحب ذرا نور الانوار مجھے عنایت فرمائیے، نور الانوار ہاتھ میں لے کر آپ نے فرمایا کہ ہمارے فاضل مخاطب نے اس وقت عجیب کارروائی کی ایک ٹکڑا عبارت کا جو ان کے مفید مطلب تھا پڑھ دیا اور جو بات ان کے خلاف مقصود تھی اس کو چھوڑ دیا میں اس کو پڑھتا ہوں مولوی صاحب کی پڑھی ہوئی عبارت سے پہلے ہے کہ من وما یحتملان العموم والخصوص یعنی انھما فی اصل الوضع للعموم ویستعملان فی الخصوص

بحارض القرائن **ترجمہ** من اور ما احتمال رکھتے ہیں عموم اور خصوص دونوں کا یعنی یہ دونوں لفظیں اصل وضع میں تو عموم کیلئے ہیں، مگر خصوص کے لئے بھی بوجہ قرائن کے مستعمل ہوتے ہیں (درمیان میں مولوی نثار احمد صاحب بول اٹھے کہ یہاں قرینہ کیا ہے جس سے آپ خصوص مراد لیں مولانا صاحب نے فرمایا کہ) اور یہاں جو قرینہ ہے اس کو میں بیان کرتا ہوں۔

آپ کی پیش کردہ آیت میں لفظ ما اگر عموم کے لئے ہو یعنی تمام وہ چیزیں مراد لی جائیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھیں تو پھر اس میں ما کان وما یکون کی تخصیص نہ رہے گی اور علم باری تعالیٰ کے ساتھ مساوات لازم آئے گی حالانکہ ابھی آپ فرما چکے ہیں کہ سمندر اور سوئی کی تری کی نسبت ہے۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ یہ آیت آپ کے عقیدہ کے بھی خلاف ہو گئی لہذا قطعاً آپ بھی مجبور ہیں کہ یہاں **ما** کو عموم کے لئے نہ لیں۔

اور اگر آپ اسپر بھی نہ مانیں تو دوسری آیت لیجئے علم الانسان مالم یعلم یعنی سکھایا اللہ نے انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا یہاں بھی ما کو عموم کے لئے لیجئے اور کہدیجئے کہ تمام انسان عالم الغیب ہیں۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ قرآن مجید میں ہے وماھو علی الغیب بضنین یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم غیب کی باتوں کے بتانے میں بخیل نہیں ہیں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور غیب داں تھے ورنہ دوسروں کو کیسا بتلاتے۔ اور علم الانسان مالم یعلم میں انسان سے مراد جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔

جناب مولٰنا صاحب۔ اس آیت سے بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ الغیب سے اگر آپ نے جمیع امورِ غیبیہ مراد لئے ہیں تو یہ آپ کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے آپ بھی صرف ماکان ومایکون کے مدعی ہیں اور فرما چکے ہیں کہ جمیع ماکان ومایکون کو جمیع امورِ غیبیہ سے وہ نسبت ہے جو سوئی کی تری کو سمندر سے۔ پس لامحالہ آپ کو بھی ماننا پڑے گا کہ یہاں الغیب سے خاص خاص امورِ غیبیہ مراد ہیں۔ علاوہ اس کے اس آیت سے تو تمام صحابہ کا غیب داں ہونا ثابت ہو جائیگا۔ کیونکہ جب آپ غیب کے بتانے میں بخیل نہ تھے تو ضرور آپ نے صحابہ کرام کو غیب کی سب باتیں بتائی ہوں گی اور غیب دانی میں وہ آپ کے مثل ہو گئے ہوں گے۔

اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ انسان سے مراد ذات مبارک سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے یہ ایک ضعیف قول ہی جمہور مفسرین کے خلاف ہے اور لغت عرب کے بھی خلاف ہے اچھا آپ دوسری آیت لیجئے یعلمکم مالم تکونوا تعلمون یعنی ہمارا نبی تمکو سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے یہاں بھی لفظ ما ہے اس کو عموم کے لئے لیجئے تو کم از کم تمام صحابہ کا غیب داں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ہمارے فاضل مخاطب ذرا یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ جمیع ماکان ومایکون کو تو انھوں نے حضور کے لئے ثابت کر دیا اب باقی کیا چیز رہی جس کو وہ مخصوصات الٰہی میں سے قرار دیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں جمیع ماکان ومایکون کو ایسا اقل قلیل بتاتے ہیں جیسے سمندر کے سامنے سوئی کی تری۔ اس کے بعد میں انشاءاللہ آیات واحادیث اور فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے ثابت کروں گا کہ غیب دانی

حق تعالےٰ کی مخصوص صفت ہے اور کسی دوسرے کو غیب داں کہنا ناجائز اور کفر ہے۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ اکان و مایکون کے بعد معدومات ممتنعات باقی رہ جاتے ہیں اور ذات وصفات حق تعالےٰ باقی رہ جاتی ہیں۔

جناب مولانا صاحب۔ واہ حضرت یہی تعظیم رسولؐ ہے جس کے آپ مدعی ہیں جو علم کہ اصل مایہ شرف ہے اس کو آپ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت نہیں کرتے ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ ذات وصفات کی معرفت میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سب پر فوقیت رکھتے تھے خود حضور نے فرمایا انا اعلمکم باللہ انا اعرفکم باللہ میں تم سب سے زیادہ خدا کی معرفت رکھتا ہوں۔ معدومات ممتنعات تو فرضی چیزیں ہیں ان کا علم ہی کیا البتہ ذات وصفات حق تعالےٰ کا علم بیشک علم ہے اس سے آپ بالکلیہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے نفی کر رہے ہیں اور ثابت کیا کرتے ہیں سمندر کے قطروں کا علم درختوں کے پتیوں کا علم لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ میں نے متعدد آیتیں قرآن شریف کی پڑھیں لیکن آپ نے ابتک اپنے تائید میں ایک آیت بھی نہ پڑھی۔

جناب مولانا صاحب۔ حاضرین جلسہ آپ سب نے ہمارے فاضل مخاطب کی کیفیت دیکھ لی جس قدر آیتیں انھوں نے پیش کیں ان سب کی بابت میں نے دکھلا دیا کہ وہ ان کے مدعا پر دلالت نہیں کرتیں ان کے ہر استدلال کو میں نے مجروح کر دیا جس کا پھر کوئی جواب انھوں نے نہیں دیا اچھا اب لیجئے میں اپنے دلائل پیش کرتا ہوں۔

پہلی آیت۔ قرآن شریف کی قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ۔ کہہ دیجئے اے نبی کہ نہیں جانتا غیب کو جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سوا اللہ کے۔ دیکھئے کیسی صاف و صریح آیت ہے کہ اللہ کے سوا نہ کوئی آسمان کا رہنے والا غیب جانتا ہے نہ زمین کا رہنے والا۔ قرآن شریف کی یہ آیت کسی غیر مسلم کو دکھا کر کہو کہ مسلمانوں میں ایک فرقہ ایسا ہے جو اللہ کے سوا اور کو بھی غیب داں جانتا ہے تو وہ غیر مسلم کبھی یقین نہ کرے گا صاف کہدے گا کہ جس کتاب پر مسلمانوں کے دین و ایمان کی بنیاد ہے اس میں ایسا صاف مضمون ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا ایسا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ آپ کی پیش کردہ آیت میں علم ذاتی کی نفی ہے یعنی بغیر اللہ کے بتائے ہوئے کوئی غیب کو نہیں جانتا ورنہ یہ آیت ان آیات کے معارض ہو جائے گی جن میں یہ فرمایا ہے کہ ہم اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کی بات بتاتے ہیں کیونکہ آپ کی پیش کردہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا غیب کی ایک بات بھی نہیں جانتا۔

جناب مولانا صاحب۔ ہرگز اس آیت میں علم ذاتی کی نفی نہیں ہے تفسیر معالم التنزیل میں ہے نزلت فی المشرکین حیث سالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قیام الساعۃ یعنی یہ آیت مشرکوں کے جواب میں نازل ہوئی جبکہ انھوں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا وقت پوچھا تھا۔ اس شان نزول کی تائید خود قرآن شریف سے بھی ہوتی ہے آیت مذکورہ کے آخر میں ہے وما یشعرون ایان یبعثون یعنی لوگوں کو معلوم نہیں کہ

حشر کب ہوگا اس سے صاف ظاہر ہے کہ کسی نے آپ سے قیامت کا وقت پوچھا تھا اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

پس اب اگر علم ذاتی مراد لیا جائے تو جواب کو سوال سے ربط نہ رہے گا۔ سوال تو یہ تھا کہ قیامت کب آئے گی جواب میں کہا گیا کہ میں ذاتی علم نہیں رکھتا۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ دوسری آیتوں سے تعارض ہو جائیگا صحیح نہیں دوسری آیتوں میں بعض کا ثبوت ہوتا ہے۔ جو موجبہ جزئیہ ہے اور میری پیش کردہ آیت میں سلب کلی نہیں ہے بلکہ رفع ایجاب کلی ہے اور رفع ایجاب کلی سلب کلی سے عام ہے اور موجبہ جزئیہ کا نقیض نہیں ہے علاوہ اس کے اس آیت میں نفی علم کی ہے اور دوسری آیتوں میں اطلاع کا ثبوت ہے اطلاع اور علم میں بڑا فرق ہے جیسا کہ میں عنقریب عرض کروں گا۔

مولوی نثار احمد صاحب ۔ میں اس شان نزول کو مانتا ہوں مگر اس کے علاوہ دوسری شان نزول [illegible] ۔ اور یہ آپ کا کہنا [illegible] رفع ایجاب کلی سلب کلی سے عام ہے بالکل غلط ہے دونوں [illegible] کلی سے عام ہے منطق تو میرے گھر سے نکلی ہے۔

جناب مولانا صاحب ۔ دوسری شان نزول کیا ہیں [illegible] اس کو بیان [illegible] فرمائیے کچھ ہم ان کو بھی لیں تو جب ایک آیت کے متعدد شان نزول ہوں تو اس آیت کو ہر شان نزول کے ساتھ چسپاں ہونا چاہیئے۔ اور آپ نے جو فرمایا کہ منطق میرے گھر سے نکلی مجھے نہیں معلوم کہ آپ کا گھر کون سا ہے مجھے تو یہی معلوم ہے کہ معقولات کی تعلیم کا مرکز فرنگی محل تھا اور منقولات کا دہلی۔ آپ نے

جو رفع ایجاب کلی کے عام ہونے سے انکار کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قطبی بھی آپ کی نظر سے نہیں گزری اور آپ نے جو ایک لفظ الرفع الایجاب الکلی بولی مجھے اس پر حیرت ہے نحو میر پڑھنے والا بھی ایسی غلطی نہ کرے گا کہ مضاف پر الف لام داخل کرے اس کا جواب مولوی نثار احمد کے کان میں کسی نے بتایا تو آپ درمیان میں جلدی سے بول اٹھے کہ اضافت لفظی میں مضاف پر الف لام آسکتا ہے۔

مولانا صاحب نے فرمایا کہ ابھی تک آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اضافت لفظی کسے کہتے ہیں، اسم مشتق اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اس کو اضافت لفظی کہتے ہیں وہ یہاں کہاں یقیناً الرفع پر جو الف لام آپ نے داخل کیا غلط ہے۔

اب دوسری آیت بھی لیجئے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ

ترجمہ ہم نے اپنے نبی کو شعر کا علم نہیں دیا نہ یہ ان کے لئے زیبا ہے۔ شعر بھی منجملہ ما کان وما یکون کے ایک چیز ہے لہذا جب شعر کی نفی ہوگئی تو جمیع ما کان وما یکون نہ رہا اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ما کان وما یکون میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا علم شانِ نبوت کے مناسب نہیں ہے ایسی چیزوں کا علم نبی کے لئے ثابت کرنا ان کی توہین ہے۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ دوسری آیت جو آپ نے پیش کی اس میں شعر سے مراد ملکۂ شعر ہے خدا نے آپ کو ملکہ شعر کی تعلیم نہیں دی تھی۔

جناب مولانا صاحب۔ اچھا ہم نے تسلیم کرلیا کہ شعر سے مراد ملکہ شعر ہے تو آپ کا کیا فائدہ ملکہ شعر بھی تو ما کان وما یکون کا ایک فرد ہے، لہذا اس کی نفی ہوگئی

تو جمیع ماکان وما یکون نہ رہا۔

حاضرین! آپ نے دیکھا کہ پہلی آیت جو میں نے پیش کی تھی اس کے متعلق مولوی صاحب نے ابکی مرتبہ کچھ نہ فرمایا اور نہ آئندہ کچھ فرمائیں گے اور انشاء اللہ دوسری آیت کے متعلق بھی آپ کچھ نہ کہیں گے۔

اچھا اب تیسری آیت لیجئے۔ یہ تیسری آیت میں شرح عقائد نسفی سے پڑھتا ہوں جو اہل سنت وجماعت کے عقائد کی کتاب ہے تاکہ آپ حضرات کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے عقائد کی کتابوں میں بھی جمیع ماکان وما یکون کی نفی موجود ہے۔ شرح عقائد کی عبارت یہ ہے۔

وقد روی بیان عددھم فی بعض الاحادیث علی ما روی ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سئل عن عدد الانبیاء فقال مائۃ الف واربعۃ وعشرون الفا وفی روایۃ مائتا الف واربعۃ وعشرون الفا والاولی ان لا یقتصر علی عدد فی التسمیۃ فقد قال اللہ تعالیٰ منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک ولا یؤمن فی ذکر العدد ان یدخل فیھم

اور یہ تحقیق انبیاء علیہم السلام کا شمار بعض احادیث میں روایت کیا گیا ہے منقول ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شمار انبیاء علیہم السلام کا پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک روایت میں ہے چوبیس ہزار اور بہتر یہ ہے کہ کوئی عدد خاص پیغمبروں کا معین نہ کیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رسولوں میں سے بعض کا حال ہم نے بیان کیا اور بعض کا نہیں بیان کیا اور انبیاء کا شمار بیان کرنے میں اندیشہ ہے کہ غیر نبی کا

من ليس منهم ان ذكر عدد اكثر من عددهم او يخرج منهم من هو فيهم ان ذكر اقل من عددهم يعني ان خبر الواحد على تقدير اشتماله على الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيد الا الظن ولا عبرة بالظن في باب الاعتقادات خصوصاً اذا اشتمل على اختلاف رواية وكان القول بموجبه مما يفضي الى مخالفة ظاهر الكتاب وهو ان بعض الانبياء لم يذكر للنبي عليه الصلوة والسلام۔

شمار نبی میں ہو جائے اگر ان کی واقعی تعداد سے زیادہ عدد بیان کیا جائے یا کوئی نبی شمار کرنے سے رہ جائے اگر ان کی واقعی تعداد سے کم عدد بیان کیا جائے کیونکہ خبر واحد باوجود ان شرائط کے پائے جانے کے جو اصول فقہ میں مذکور ہیں صرف ظن کو فائدہ دیتی ہے اس سے یقین نہیں حاصل ہوتا اور عقائد کے بارے میں ظنیات کا اعتبار نہیں خصوصاً جبکہ روایت اختلاف بھی ہو اور اس کے موافق عقیدہ رکھنے میں قرآن شریف کی مخالفت لازم آئے اور وہ مخالفت یہ ہے کہ بعض نبیوں کا ذکر نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے نہیں کیا گیا

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ بہت سے انبیا علیہم السلام کی خبر بھی حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی حتی کہ نبیوں کا شمار بھی آپ کو نہیں بتایا گیا اسی بنا پر شرح عقائد کے مصنف اس روایت کے قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں جس میں انبیاء کا شمار ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار بتایا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ انبیا علیہم السلام انسان کے اشرف افراد ہیں ان اشرف افراد

کے علم کی نفی کے بعد جمیع ما کان کیونکر باقی رہ سکتا ہے۔
مولوی نثار احمد صاحب۔ اس آیت میں انبیا کے عدد بتانے کی نفی نہیں ہے بلکہ ان کے احوال کے بتانے کی نفی ہے۔
جناب مولانا صاحب۔ بہت اچھا اگرچہ شرح عقائد میں صاف تصریح عدد کی ہے مگر ہمارا مدعا پھر بھی حاصل ہے انبیا علیہم السلام کے حالات بھی ما کان کے افراد میں ہیں لہذا جب یہ حالات نہ بتلائے گئے تو جمیع ما کان کہاں رہا۔
حاضرین! آپ نے دیکھا مولوی صاحب نے پہلی دوسری آیت کے متعلق ایک حرف بھی نہ کہا اور نہ وہ کہہ سکتے ہیں انشاء اللہ تیسری آیت کے متعلق بھی کچھ نہ کہہ سکے
اب چوتھی آیت لیجئے۔ وما یعلم جنود ربک الا ھو ترجمہ اے نبی تیرے پروردگار کے لشکروں کو سوا اس کے کوئی نہیں جانتا پروردگار کے لشکر بھی ما کان و ما یکون میں داخل ہیں جب ان کے علم کی نفی ہوگئی تو جمیع ما کان و ما یکون کہاں باقی رہا۔
پانچویں آیت لیجئے۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین ترجمہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے لئے کیا کیا ٹھنڈک آنکھوں کی پوشیدہ رکھی گئی ہے یعنی جنت میں جنتیوں کو جو نعمتیں ملیں گی ان کی تفصیل کوئی نہیں جانتا۔
ظاہر ہے کہ نعمتیں بھی ما کان و ما یکون میں داخل ہیں جب ان کی نفی ہوگئی تو جمیع ما کان و ما یکون کہاں باقی رہا۔
چھٹی آیت لیجئے۔ ویوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب ۝ ترجمہ اور جس دن جمع کریگا۔

اللہ رسولوں کو پھر فرمائیگا کہ تمہیں کیا کیا جواب دئے گئے تھے تو وہ کہیں گے کہ ہم کو کچھ علم نہیں بہ تحقیق تو ہی ہے غیبوں کا جاننے والا۔

اس آیت میں قیامت کا حال بیان ہو رہا ہے۔ اس دن انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا کہ تمہاری امت نے کیا کیا جواب تم کو دیئے تھے وہ کہیں گے کہ ہم کو کچھ علم نہیں علم غیب تو تیری ذات پاک کے لئے مخصوص ہے۔ امت کے جوابات بھی ماکان و مایکون میں داخل ہیں جب ان کا علم نہیں ہے تو جمیع ماکان و مایکون کہاں باقی رہا۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ (بہت کچھ طول طویل غیر متعلق تقریر کے بعد) چھٹی آیت جو آپ نے پیش کی ہے تو ہمارے مفید مطلب ہے کہ قیامت کے دن ایک واقعہ پیش آنے والا تھا اس کی اطلاع آپ کو ابھی سے دیدی گئی اس کے سوا کچھ نہ فرمایا

جناب مولانا صاحب۔ ہمارے فاضل مخاطب بھی بڑا کمال کرتے ہیں لاعلم لنا کے لفظ کو نہیں دیکھتے ایک واقعہ کی اطلاع تو بیشک آپ کو دی گئی مگر اور باتوں کے علم کی نفی بھی تو ہوئی آپ کا دعوی تو جمیع کا ہے اس کی تو نفی ہو گئی۔

حضرات حاضرین! دیکھا آپ نے مولوی صاحب نے ہماری پیش کردہ آیات میں سے کسی کا بھی کچھ جواب دیا۔ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ اب آپ کے پیش نظر ہے۔ ہمارے مخالفین کے پاس اس مسئلہ میں مکڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی کمزور دلیل نہیں ہے۔

اب احادیث لیجئے۔ حدیثیں تو بہت ہیں کہاں تک پیش کروں گا سردست دو حدیثیں پیش کرتا ہوں۔

پہلی حدیث صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت

کے دن فرشتے میری امت کے کچھ لوگوں کو دوزخ کی طرف لیجا رہے ہوں گے میں انکی سفارش کروں گا اس پر حق تعالےٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ لا تدری ما احدثوا بعدک یعنی اے نبی آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا نئی باتیں کیں دیکھئے اس حدیث میں جمیع ماکان وما کان کی کیسی صریح نفی ہوگئی

دوسری حدیث ابن ماجہ میں ہے کہ کچھ لڑکیوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ اشعار آپ کی تعریف میں پڑھے جن میں ایک مصرع یہ تھا وفینا نبی یعلم ما فی غد یعنی ہمارے درمیان میں ایک نبی ہیں جو کل ہونے والی بات کو جانتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مصرع کو منع فرمایا اور فرمایا کہ لا یعلم ما فی غد الا اللہ یعنی کل ہونے والی بات کو سوا اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

مولوی نثار احمد صاحب (غیر متعلق طول کے بعد) میں مسافر ہوں کوئی کتاب میرے پاس نہیں ہے۔ ورنہ میں بھی کچھ احادیث پیش کرتا۔

جناب مولانا صاحب۔ جامع مسجد میں کتب خانہ موجود ہے جو کتاب آپ مانگیں مل سکتی ہے اور اب تک جو کتاب آپ نے مانگی برابر دی گئی لیکن اصل یہ ہے کہ نہ آپ کے پاس اپنی تائید میں کوئی آیت ہے نہ کوئی حدیث اور فقہ حنفی میں تو آپ کو برائے نام بھی کچھ نہیں مل سکتا۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ جناب صدر و حاضرین جلسہ میں نے کتنی آیتیں اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کیں مگر ہمارے فاضل مخاطب ہر بار یہی فرما دیتے ہیں کہ تم نے میرے اعتراضات کا جواب نہ دیا تم نے میرے استدلالات کا جواب

نہ دیا وہ امروہہ والوں کی جہالت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ امروہہ والے چونکہ جاہل ہیں علم دین سے بے بہرہ ہیں اس لئے ہمارے فاضل مخاطب ان پر اپنا اثر جمانا چاہتے ہیں۔

صدر جلسہ۔ آپ نے امروہہ والوں کے لئے ایک ایسا لفظ کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں میں برہمی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ لہذا آپ کو یہ الفاظ واپس لینا چاہیئے۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ میں دست بستہ تمام حاضرین سے اور اپنے فاضل مخاطب سے معافی مانگتا ہوں!!!

جناب مولانا صاحب۔ میں پہلے ہی آپ کو معاف کر چکا ہوں۔ اب کتب فقہ کی دو عبارتیں پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) بحر الرائق میں ہے۔ وفی الخانیہ والخلاصۃ تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد ویکفر لاعتقادہ ان النبی یعلم الغیب۔ ترجمہ فتاوی قاضی خاں اور فتاوی خلاصہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ و رسول کو گواہ قرار دیکر نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا اور وہ شخص کافر ہو جائے گا بوجہ اس اعتقاد کے کہ نبی غیب جانتے تھے۔

(۲) درمختار میں ہے تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفر واللہ اعلم۔ ترجمہ اگر کسی نے اللہ اور رسول کو گواہ قرار دیکر نکاح کیا نہ صحیح ہوگا بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ شخص کافر ہو جائیگا۔

(۳) ایسا ہی فتاوی بزازیہ اور دیگر کتب فقہ میں ہے۔

(۴) حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ جن کو علمائے مدینہ طیبہ آیۃ من آیات اللہ لکھتے ہیں مجموعۃ الفتاوی جلد دوم مطبوعہ شوکت الاسلام لکھنؤ صفحہ ۹ میں فرماتے ہیں ہرگز در شریعت محمدیہ ثابت نہ گردیدہ کہ آنحضرت برتمامی علوم جمیع اشیاء ماضیہ ومستقبلہ جزئیہ وکلیہ اطلاع داشتند الا ما شاء اللہ تعالیٰ۔

(۵) علامہ محقق ابن ہمام جن کو علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بلغ رتبۃ الاجتہاد اپنی کتاب مسائرہ میں لکھتے ہیں وکذا اعلم بعض المغیبات ای وعدم علم بعض المسائل عدم علم المغیبات فلا یعلم النبی منہا الا ما علمہ اللہ احیانا وذکر الحنفیۃ فی فروعہم تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ ترجمہ ویسا ہی غیب کی باتوں کا علم یعنی جس طرح بعض مسائل کا علم نہیں ہے اسی طرح غیب کی باتوں کا بھی علم نہیں سب۔ نبی غیب کی باتیں صرف اسی قدر جانتے ہیں جو کبھی کبھی اللہ نے ان کو بتلائیں اور حنفیہ نے اپنی فقہ کی کتابوں میں اس شخص کو کافر لکھا ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی غیب جانتے تھے کیونکہ یہ عقیدہ آیۂ قرآنی قل لا یعلم الایہ کے خلاف ہے۔

(۶) علامہ علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ السلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ ترجمہ پھر جاننا چاہیئے کہ انبیا علیہم السلام

غیب کی باتیں نہیں جانتے مگر جس قدر کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کبھی ان کو بتائیں اور حنفیہ نے اس شخص کے کافر ہونے کی تصریح کی ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کیونکہ یہ عقیدہ آیت قل لا یعلم من فی السموات کے خلاف ہے۔

یہ مسألہ تو اتنا صاف ہے کہ مسلمانوں کا ایک ایک بچہ جانتا ہے کہ غیب داں سوا اللہ کے کوئی نہیں استاد بزرگوار حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جا بجا اس مسألہ کو اپنی کتابوں میں بیان فرمایا گلستان میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان کر کے اسی مسألہ کو سمجھا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند — کہ اے روشن رواں پیر خردمند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی — چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جہاں ست — دمے پیدا و دیگر دم نہاں ست
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم — گہے بر پشت پای خود نہ بینم

یعنی وحی آلٰہی انبیا علیہم السلام کو بعض امور غیبیہ پر اطلاع دیتی ہے اور بعض پر نہیں دیتی اسی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو خاص اپنے شہر کنعان کے کنویں میں حضرت یوسف علیہ السلام کا پڑا ہونا معلوم نہ ہوا اور مصر سے ان کے کرتے کی خوشبو معلوم ہو گئی۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ مولوی صاحب آپ نے جو فقہ کی کتابوں کو پیش کیا یہ بالکل بے کار ہے اس لئے کہ یہ دنیا کی کتابیں قرآن کے مقابلہ میں ہیچ ہیں میں قرآن کی آیتیں پیش کرتا ہوں اور آپ فقہ کی کتابیں چہ خوش۔

علاوہ اس کے یہ فقہی عبارتیں جو آپ نے پیش کی ہیں ان میں علم ذاتی کی نفی ہے اللہ کے سوا کسی اور کے لئے علم ذاتی ماننا ہمارے نزدیک بھی کفر ہے اور ان فقہی روایات کا یہی مطلب ہے آپ بار بار کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی باتوں کا جواب نہیں دیا یہ محض عوام کے دھوکا دینے کے لئے آپ کہہ رہے ہیں ورنہ میں نے جواب ہر بات کا دیا وہ بہت عمدہ جواب دیا پھر یہ بھی تو غور کیجئے کہ جو فقہی روایات آپ نے پیش کیں وہ مؤول و غیر مفتی بہ ہیں اچھا ہمارے فاضل مخاطب یہ تو ارشاد فرمائیں کہ ان روایات فقہیہ کی بنا پر تو علم غیب کا عقیدہ کفر ہے پھر آپ بھی تو بعض امور غیبیہ کے علم کے قائل ہیں یہ عبارات آپ کے بھی تو خلاف ہوئیں براہ مہربانی اس کا جواب عنایت فرمائیے۔

جناب مولانا صاحب۔ مخاطب صاحب نے جو ہمارے فقہ حنفی کی کتابوں کو دنیا کی کتاب کہا اور قرآن کا مقابل قرار دیا اور ہیچ کا لفظ استعمال کیا میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ حنفی ہونے کا دعویٰ تو ایسا طویل و عریض اور فقہ حنفی کی ایسی سخت توہین۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اب وہ خود بتائیں کہ غیر مقلد میں اور ان میں کیا فرق ہے۔

ہاں ان کا یہ کہنا کہ ان عبارات فقہیہ میں علم ذاتی کی نفی مراد ہے ایک بے دلیل دعویٰ ہے اگر ایسے بے دلیل دعویٰ مان لئے جائیں تو پھر جس کلام کا جو مطلب چاہیں بیان کر سکتے ہیں ان عبارتوں میں ذاتی اور غیر ذاتی کا کہیں ذکر بھی نہیں بلکہ مسائرہ اور شرح فقہ اکبر کی عبارت میں احیاناً کا لفظ اس تاویل کی اچھی طرح بیخ کنی کر رہا ہے اور یہ کہنا کہ یہ عبارات مفتی بہ نہیں ہیں اس وقت زیب دیتا کہ اس کے خلاف

کوئی عبارت فقہ حنفی کی وہ پیش کر سکتے۔

بیشک میں نے بار بار کہا اور بالکل سچ کہا آپ نے میری ایک بات کا بھی جواب نہیں دیا۔

یہ روایات فقہیہ ہرگز میرے عقیدہ کے خلاف نہیں ہیں میں نہ بعض امور غیبیہ کا علم خدا کے سوا کسی کے لئے مانتا ہوں نہ کل کا البتہ بعض امور غیبیہ پر اطلاع مانتا ہوں علم اور اطلاع کا فرق میں آپ کو دو نفیس نکتوں کے ضمن میں بتلاتا ہوں بشرطیکہ آپ سمجھیں۔

پہلا نکتہ لفظ علم کے معنی لغت میں عام ہیں ہر چیز کے جاننے کو علم کہتے ہیں مگر اصطلاح شریعت میں ہر چیز کے جاننے کو علم نہیں کہتے ہیں بلکہ صرف امور دینیہ کے جاننے کو علم کہتے ہیں لہذا جہاں کہیں شارع نے لفظ علم بولا ہے وہاں یہی معنی اصطلاحی مراد ہیں نہ لغوی الا یہ کہ کوئی قرینہ اس کے خلاف موجود ہو پس علمت علم الاولین والاخرین اور علمت علم ما کان وما یکون کا مطلب یہ ہے کہ مقربات بارگاہ الٰہی کے جس قدر علوم اگلوں اور پچھلوں کے پاس تھے یا زمانہ ماضی و مستقبل میں تھے سب مجھے دیے گئے۔ یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ درختوں کی پتیاں اور سمندر کے قطرات اور سن وار ہر ہر مقام کی مردم شماری مجھے بتلائی گئی۔ ان خرافات کے جاننے کو شریعت میں علم ہی نہیں کہتے۔ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک معارف الٰہیہ کا خزانہ تھا نہ ان خرافات کا ان خرافات کے جاننے کو شریعت میں علم ہی نہیں کہتے۔

دوسرا نکتہ۔ یہ بات مسلم الکل ہے کہ کسی شخص کو کسی چیز کا عالم اسی وقت

کہتے ہیں جب وہ اس چیز کے تمام جزئیات وافراد کا علم رکھتا ہو یا اس کے جزئیات کی مقدار کثیر کا علم رکھتا ہو مثلاً عالم طب وہی شخص کہا جائے گا جو طب کے تمام مسائل یا ان کی مقدار کثیر کو جانتا ہو۔ عالم فقہ وہی شخص کہا جائے گا جو تمام مسائل فقہیہ کو یا ان کی مقدار کثیر کو جانتا ہو۔ ان دو صورتوں کے سوا کوئی تیسری صورت عالم کہنے کی نہیں ہے۔

پس عالم غیب یا غیب داں اسی شخص کو کہیں گے جو غیب کی تمام باتوں کو یا ان کی مقدار کثیر کو جانتا ہو غیب کی تمام باتوں کا جاننا تو آپ بھی سوا خدا کے کسی کیلئے ثابت نہیں کرتے اب رہا مقدار کثیر کو جاننا اس کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ غیب کی کل باتوں کی تعداد معلوم ہو اور اس میں سے جس قدر حضورؐ کو بتلائی گئیں ان کی تعداد معلوم ہو تاکہ دیکھا جائے کہ جو مقدار حضور کو بتلائی گئی وہ بمقابلہ اس کل کے کثیر ہے یا نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں مقداریں مجہول ہیں یعنی نہ غیب کی کل باتوں کا شمار کسی کو معلوم ہے نہ ان باتوں کا شمار کسی کو معلوم ہے جن پر حضور کو اطلاع دی گئی لہذا مقدار کثیر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا پس حضورؐ کو عالم الغیب یا غیب داں کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ حضورؐ غیب جانتے تھے یا غیب داں تھے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کو غیب کی باتوں پر اطلاع دی گئی۔ فقہائے حنفیہ کفر کا اطلاق اسی غیب دانی پر کرتے ہیں نہ اطلاع یابی پر۔

مولوی نثار احمد صاحب نے اس کے جواب میں صرف اس قدر کہا کہ علم کی دو قسمیں جو آپ نے بیان کیں یہ آپ کی ایجاد ہے جس طرح کل کچھ باتوں کو آپ میری

ایجاد کردہ کہتے تھے اسی طرح آج یہ بات آپ کی ایجاد ہے کہیں سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ علم کے معنی شریعت نے سوا معنی لغوی کے کچھ اور لئے ہیں۔

جناب مولانا صاحب: الحمد للہ آپ نے اپنی ایجاد کا لوا قرار کر لیا لیکن میں نے ہرگز کوئی بات اپنی طرف سے ایجاد کر کے نہیں کہی لیجئے میں علم کی دو قسموں کا ثبوت دیتا ہوں اور مشکوٰۃ نکال کر یہ حدیث پڑھی طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ ترجمہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔

اب آپ ہی فرمایئے کہ اگر علم کے معنی شریعت میں خاص علم دین کے نہیں ہیں تو کیا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا جاننا مسلمانوں پر فرض ہے۔ یہ بات تو ایسی صاف تھی کہ اس کے لئے ثبوت کی ضرورت نہ تھی دیکھئے انگریزی زبان جاننے والوں اور جغرافیہ و سائنس کے ماہروں کو عالم نہیں کہتے عالم صرف دینیات کے جاننے والوں کو کہتے ہیں اہل شریعت اس علم کو جہل سے بدتر جانتے ہیں جو خدا کے تقرب کا ذریعہ نہ ہو و نعم ما قیل ؎

گر نہ علمت سوئے یزداں رہبر است
جہل از آں علم صد رہ خوشتر است

اور لیجئے صحیح مسلم جلد ثانی صفحہ ۳۵۰ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے کہ اللھم اعوذ بک من علم لا ینفع ترجمہ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے معلوم ہوا کہ کچھ علوم غیر نافع ہیں کیا ان کا حاصل کرنا بھی مسلمانوں پر فرض ہو سکتا ہے۔

صحیح مسلم کی اس حدیث سے ایک جدید اور نفیس استدلال بھی حاصل ہوا۔ میں

اپنے مخاطب صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ان کے اعتقاد میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں اگر قبول ہوئی تو معلوم ہوا کہ علم غیر نافع سے آپ کو پناہ ملی یعنی وہ علوم آپ کو عطا نہ ہوئے لہذا جمیع ماکان وما یکون کی نفی بالکل صاف ہو گئی اور اگر دعا قبول نہیں ہوئی تو صاف کہدیجئے تاکہ سب مسلمان سن لیں۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ جمیع ماکان وما یکون کے ثبوت میں ایک حدیث جس کو میں کل سے تلاش کر رہا تھا اس وقت مل گئی ہے اسکو پیش کرتا ہوں صحیح مسلم میں ایک طولانی حدیث ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ایک بڑا لمبا خطبہ پڑھا اور اس میں قیامت تک ہونے والی باتیں بیان فرمائیں۔ پوری حدیث پڑھی اور اس کا ترجمہ بیان کیا اور اس میں بہت وقت صرف کیا۔

جناب مولانا صاحبؒ۔ اس حدیث کا جو مطلب آپ لیتے ہیں کہ قیامت تک ہونے والی تمام باتیں آپ نے بیان فرما دیں یہ مطلب اگر صحیح ہو تو سوال یہ ہے کہ آیا وہ سب باتیں صحابہ کرامؓ کو یاد رہیں یا یاد نہ رہیں۔ یاد نہ رہنے کی صورت میں یاد نہ رہنے کا سبب صحابہ کرام کی غفلت وکوتاہی تھی یا یہ کہ اتنی باتوں کا یاد رکھنا ان کی طاقت کی صورت میں یاد نہ رہنے کا سبب صحابہ کرام کی غفلت وکوتاہی تھی یا یہ کہ اتنی باتوں کا یاد رکھنا ان کی طاقت سے باہر تھا۔ اگر کہئے کہ صحابہ نے یاد رکھنے میں غفلت وکوتاہی کی تو کتنا بڑا سنگین الزام صحابہ کرامؓ پر عائد ہوا اور اگر کہئے کہ ان کی طاقت سے باہر تھا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ اعتراض ہوتا ہے استاد کے لئے بڑا نقص ہے کہ طالب العلم کو اتنا سبق پڑھاوے جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔ اور اگر یہ صورت اختیار کیجئے کہ صحابہ کرامؓ کو وہ سب باتیں یاد رہیں تو پھر

سوال یہ ہے کہ انھوں نے اِن سب باتوں کی روایت کی یا نہیں۔ اگر کہئے کہ روایت نہیں کی تو پھر صحابہ کرامؓ پر الزام آیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ انھوں نے سنا تھا اس کی تبلیغ اِن پر فرض تھی اس فرض کو انھوں نے ادا نہ کیا اور اگر انھوں نے روایت بیان کی تھی اور ان کے مابعد والوں نے بھی اپنا فرض ادا کیا تھا تو اب آپ کا فرض ہوگا کہ دکھلایئے حدیث کی کتابوں میں وہ کون سی روایت ہے جسمیں قیامت تک کی سب باتیں بیان کی گئی ہیں۔

المختصر آپ کے مطلب کی بنا پر سخت الزام صحابہ کرامؓ پر یا ائمہ محدثین وسلف صالحینؒ پر یا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر آتا ہے لہذا ایسا مطلب کسی طرح مراد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صحیح مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قیامت تک جس قدر واقعات ایسے پیش آنے والے تھے جن میں امت کو خاص خاص ہدایات کی ضرورت تھی ان کو حضورؐ نے بیان فرما دیا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا اس میں یہ فتنہ ہوگا اور اس کا یہ علاج ہے اور ایک زمانہ ایسا آئے گا اس میں فلاں فتنہ اس کا فلاں علاج ہے چنانچہ اس قسم کی روایات کتب حدیث میں ملتی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اِن خرافات کے بیان کرنے سے شانِ نبوت کو کیا تعلق تھا کہ قیامت تک ہونے والے آدمیوں کی مردم شماری آپ بیان فرماتے اور درختوں کی پتیاں اور سمندر کے قطرات اور کیڑے مکوڑوں کا شمار آپ لوگوں کو بتاتے۔

حاضرین جلسہ! آپ نے مولوی صاحب کی آخری استدلال کی کیفیت دیکھ لی۔ میں نے جو شروع میں کہا تھا کہ ان کو مکڑی کے جالے کی برابر بھی کوئی دلیل قرآن و حدیث و فقہ حنفی سے اپنی تائید کی نہ ملے گی اس کا مشاہدہ آپ لوگوں نے کر لیا۔

اب تک مولوی صاحب نے میری کسی بات کا بھی جواب نہ دیا فقہ حنفی کی کسی کتاب کا نام بھی کبھی ان کی تقریر میں نہ آیا۔ بس اس سے زیادہ واضح اور روشن بات کیا ہو سکتی ہے۔ سنی ہونا اور حنفی ہونا آپ لوگوں نے اچھی طرح معلوم کر لیا۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ ہمارے فاضل محترم بار بار یہی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی باتوں کا جواب نہ دیا اور فقہ کی کسی کتاب کی عبارت نہ پیش کی۔ درحقیقت میں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ آیات قرآنیہ کے بعد کسی اور کتاب کی عبارتوں کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

لیکن یوں اگر آپ چاہتے ہیں تو لیجئے درمختار ہی میں ایک جگہ لکھا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے اور تفسیر درمنثور میں جو بڑی معتبر تفسیر ایک عالم اجل علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تفسیر ہے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا فتویٰ منقول ہے کہ جو شخص حضور کو غیب داں نہ مانے وہ کافر ہے۔

جناب مولانا صاحب۔ ہمارے فاضل مخاطب نے اگلی مرتبہ پھر ایک عجیب بات فرمائی کہ کتب فقہ کے پیش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ عجیب اور نہایت عجیب بات ہے مقلد کے لئے اپنی فقہ کے مسائل کوئی معمولی چیز نہیں ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ مقلد ہونے کا دعویٰ کر کے اس قسم کی باتیں کرنا کہاں تک زیبا ہے۔

باقی رہا جن دو کتابوں کا انھوں نے حوالہ دیا ہے ان کا زبانی حوالہ کافی نہیں کتاب پیش کریں اور درمنثور کے معتبر ہونے کی تعریف جو انھوں نے کی ہے وہ بھی صحیح نہیں تمام علما جانتے ہیں کہ اس تفسیر میں ہر قسم کی رطب و یابس روایات جمع ہیں۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اسی سبب سے اس تفسیر کا نام درمنثور رکھا گیا نہ درمنظوم

بہرکیف اصل کتاب پیش کریں۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ نے درمنثور کھول کر ایک عبارت پڑھی۔ کہا گیا کہ ترجمہ کر دیجئے تو فرمایا کہ ترجمہ میں اس وجہ سے نہیں کرتا کہ شاید کوئی غلطی ہو جائے پھر کہا گیا کہ اچھا درمختار تو نکالئے اس کی عبارت پیش کیجئے اس جواب میں مولوی صاحب کچھ نہ بولے۔

جناب مولانا صاحب۔ درمختار کی عبارت جس کا زبانی حوالہ آپ نے دیا باوجود پے درپے مطالبہ کے نہیں دکھاتے۔ میں سچ کہتا ہوں اگر مجھ سے ایسی ایک کارروائی کبھی ہوئی ہوتی تو یقیناً مارے شرم کے میں پھر کسی کو منہ نہ دکھاتا اور چھپکر امروہہ سے بھاگ جاتا۔ میں اب کہتا ہوں کہ درمختار میں ہرگز ایسی کوئی عبارت نہیں ہے، مولوی صاحب نے بالکل غلط حوالہ دیا ہے۔ باقی رہی درمنثور کی عبارت مولوی صاحب نے اس کا ترجمہ نہ کیا غالباً اس سے بھی لوگوں نے اندازہ کر لیا ہوگا۔ (بعد اس کے آپ نے کتاب لیکر پوری روایت کا ترجمہ کرکے سنایا) جس سے معلوم ہوا کہ لوگوں نے رسولؐ کو ایذا پہونچائی تھی استہزا کیا تھا اس وجہ سے ان کو کافر کہا گیا نہ انکار علم غیب کی وجہ سے۔

اچھا ایک آیت اور اس وقت خیال میں آئی ہے وہ بھی پیش کئے دیتا ہوں نیا اور عمدہ استدلال ہے سورۂ تحریم میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی راز کی بات اپنی ایک بی بی سے بیان فرمائی انھوں نے دوسری سے اس کو بیان کر دیا جس کی اطلاع آپ کو بذریعہ وحی دی گئی تو آپ نے ان سے بازپرس کی اس پر وہ بی بی صاحبہ کہتی ہیں کہ من انبأك هذا یعنی کس نے آپ کو اس کی خبر دی

آپ نے فرمایا نبأنی العلیم الخبیر یعنی مجھے داناہی باخبر نے خبر دی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اس عقیدہ سے بے خبر تھیں کہ حضور کو جمیع ماکان ومایکون کا علم ہے ورنہ وہ کیوں پوچھتیں کہ آپ کو کس نے خبر دی۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ ہم اس کے قائل نہیں ہیں کہ حضور کو ابتدا سے جمیع ماکان ومایکون کا علم تھا بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اخیر لمحۂ عمر میں یہ علم آپکو ملا تھا

جناب مولانا صاحب۔ افسوس ہے کہ تمام عمر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی آپ لوگوں نے بے کمالی میں فرض کر لی کمال ملا بھی تو اخیر عمر میں لیکن میں چھٹی آیت میں یہ دکھلا چکا ہوں کہ قیامت کے دن بھی جمیع کے علم سے انکار ہوا اور بخاری کی ایک حدیث بھی قیامت ہی کے متعلق پڑھ چکا ہوں جس سے صاف ظاہر ہے کہ اخیر لمحۂ عمر میں بھی جمیع ماکان ومایکون کا علم نہیں ملا۔

پھر یہ بھی آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جس قدر آیات واحادیث سے آپ لوگ علم غیب کا ثبوت دیتے ہیں یہ استدلال بھی باطل ہو جائے گا کیونکہ وہ سب آیات واحادیث اخیر لمحہ عمر سے پہلے کی ہیں۔

صدر جلسہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ مسألہ اب ختم کر دیا جائے کیوں کہ اس پر کافی روشنی پڑ چکی اور میرا خیال ہے کہ تمام لوگ اچھی طرح اس مسألہ کو سمجھ گئے۔

جناب مولانا صاحب۔ اگر سب لوگ اس مسألہ کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں تو ختم کر دینے میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے لیکن میرے مطالبات جو مولوی نثار احمد صاحب پر ہیں یا تو ان کا جواب ان سے دلوایا جائے یا ان کی ایک دستخطی تحریر دلوائی جائے کہ

ان امور کا جواب انھوں نے نہیں دیا میں ان مطالبات کی فہرست بنائے دیتا ہوں کچھ دیر اس پر گفتگو رہی مگر مولوی نثار احمد صاحب کسی طرح کوئی تحریر دینے پر راضی نہ ہوئے بالآخر یہ سمجھکر کہ بات اتنی واضح ہو چکی ہے کہ ہر شخص سمجھ گیا اور اس کا اثر بھی مشاہدہ میں آرہا ہے ہم لوگ خاموش ہو رہے۔

صدر جلسہ۔ میرے نزدیک کسی تحریر کی ضرورت نہیں ہے لوگ خوب سمجھ گئے ہیں اب ندائے غیر اللہ کا مسئلہ شروع ہونا چاہیئے۔

تیسرا مسئلہ۔ ندای غیر اللہ

صدر جلسہ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو عالم صاحبان اپنا اپنا عقیدہ لکھکر مجھے دیدیں تاکہ مبحث معین ہو جائے مولوی نثار احمد صاحب نے لکھکر دیا کہ غیر اللہ کو ندا کرنا جائز و مباح ہے۔ مولٰنا صاحب نے لکھکر دیا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر جان کر پکارنا جائز نہیں۔ البتہ حاضر ناظر نہ جانے اور کسی دوسرے کو بھی اس کا وہم نہ ہو تو جائز ہے۔ یہ دونوں تحریریں مجمع عام کو سنا دی گئیں۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ اصل مسئلہ پر تقریر شروع ہونے سے پہلے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمارے فاضل محترم نے جو یہ فرمایا کہ کسی دوسرے کو بھی وہم نہ ہو کیا اس کا ثبوت وہ دے سکتے ہیں کہ محض دوسرے کے وہم کے اندیشہ سے کوئی جائز کام روکا گیا ہو۔

صدر جلسہ۔ بہتر ہے پیشتر جناب مولانا محمد عبد الشکور صاحب کتب فقہ حنفی

سے اس کا ثبوت دیدیں اس کے بعد اصل مسائل کی تقریر شروع ہو۔

جناب مولانا صاحب۔ یہ مسائل تو کوئی دقیق مسائل نہ تھے معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی اس کو جانتے ہیں مجھے تعجب ہے کہ اس زور شور کے ساتھ ایسے معمولی مسائل کا مطالبہ کیوں کیا گیا۔ خیر سنیئے در مختار جلد اول ص۵۴۷ میں ہے۔ وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ یعنی سجدہ شکر باوجودیکہ مستحب ہے مگر نماز کے بعد اس کو ادا کرنا محض اس وجہ سے مکروہ ہے کہ عوام اس کو سنت یا واجب نہ سمجھ لیں پھر یہ کلیہ قاعدہ بھی لکھدیا کہ جو مباح اس قسم کے مفاسد کی طرف منجر ہو وہ مکروہ ہے علامہ شامی مکروہ کی شرح میں لکھتے ہیں بالظاہر انہا تحریمیۃ لانہ یدخل فی الدین مالیس منہ یعنی یہ کراہت تحریمیہ کیونکہ ایسا کرنے سے دین میں وہ چیز داخل ہوئی جاتی ہے جو دین میں نہیں ہے علامہ شامی نے درمختار کے اسی مقام کی شرح میں اپنا واقعہ بھی لکھا ہے کہ ورایت من یواظب علیہا بعد صلوٰۃ الوتر ویذکران لہا اصلا وسندا فذکرت لہ ما ھنا فترکہا یعنی میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وتر کی نماز کے بعد سجدہ کرتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ اس کی کچھ اصل اور سند ہے تو میں نے ان کو کتب فقہ میں یہ مسئلہ بتایا لہٰذا انھوں نے وتر کے بعد سجدہ کرنا چھوڑ دیا۔

ف۔ اس مسئلہ کے بیان کرنے سے لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا اس وقت کی حالت مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے بعد حسب ذیل تقریر شروع ہوئی۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ ایک طولانی خطبہ کے بعد جس میں یہ آیت بھی

تھی یاایھاالذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراکثیرا) ندائے غیر اللہ کے ثبوت میں سب سے پہلے میں آیت قرآنی پڑھتا ہوں۔ یاارض ابلعی ماءک و یاسماء اقلعی دیکھئے نوح علیہ السلام نے زمین اور آسمان کو ندا کی غیر اللہ کی ندا کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ایک صحابی کا پیر سو گیا تھا تو انھوں نے کہا وامحمداہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کو بعد ان کی وفات کے ندا کی اور فرمایا کہ انا بك یا ابراھیم لمحزونون حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا جو شخص قبرستان میں جائے تو وہ کہے کہ السلام علیکم یااھل القبور بالفعل یہ چار دلائل میں نے پیش کئے ہیں اور ضرورت ہوگی تو ابھی بہت سے دلائل پیش کروں گا جو کسی نے سنے بھی نہ ہوں گے مگر پہلے ان کا جواب تو مل جائے۔

جناب مولانا صاحب (بعد خطبہ مسنونہ) مولوی نثار احمد صاحب نے اپنے خطبہ میں وہ آیت پڑھی تھی جس میں اللہ کے ذکر کرنے کی تاکید ہے حالانکہ انھیں کوئی ایسی آیت پڑھنی چاہیئے تھی جس میں غیر اللہ کے پکارنے کا حکم ہوتا۔

میں اس وقت جواب دینے سے پہلے مولوی صاحب کے حوالوں کی تصحیح کا مطالبہ کرتا ہوں جناب صدر اور حاضرین جلسہ میرے مطالبات مولوی صاحب سے پورے کرادیں۔

اول۔ مولوی صاحب نے یاارض ابلعی کو حضرت نوح علیہ السلام کا مقولہ بیان کیا ہے اس کا ثبوت دیں۔ **دوم**۔ ایک صحابی کا وامحمداہ کہنا بحوالہ صحیح مسلم بیان کیا ہے اس روایت کو صحیح مسلم میں دکھادیں۔ **سوم** رسول خدا صلے اللہ

علیہ وسلم کا اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کو بعد وفات ندا کرنا بیان کیا ہے اس کو حدیث کی کسی کتاب میں دکھا دیں۔

میں پھر کہتا ہوں کہ میرے ان مطالبات کو ٹلانا چاہتے جس طرح مولوی صاحب نے اپنے پہلے غلط حوالوں کو ثابت نہ کیا اسی طرح ان حوالہ جات کو نہ کریں۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ میں اپنے حوالہ جات کو ثابت کروں گا آپ میرے دلائل کا جواب تو دیں۔

جناب مولانا صاحب۔ جو چیز ثابت ہی نہ ہو اس کا جواب دیکر کیا کروں۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ تو کیا میرے یہ حوالہ جات غلط ہیں آپ صاف کہئے تو میں ابھی ثبوت دینے کو تیار ہوں۔

جناب مولانا صاحب۔ اچھا لیجیے میں صاف کہتا ہوں آپ کے حوالہ جات بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں یاارض ابلعی اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے نہ حضرت نوح علیہ السلام کا خود قرآن مجید ہی سے یہ بات ثابت ہے اور صحیح مسلم میں ہرگز کوئی روایت کسی صحابی کے واعمداہ کہنے کی نہیں ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابراہیم کو پکارنا قبل ان کی وفات کے ہے صحیح مسلم جلد دوم ۲۵۴ میں ہے۔ وھو یکید بنفسہ یعنی یہ ندا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور بالفرض بعد وفات بھی ہوتا تو ندبہ تھا نہ کہ ندا۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ میں نے تو یہ نہیں کہا تھا کہ قرآن مجید میں یاارض ابلعی کو حضرت نوح علیہ السلام کا مقولہ بیان کیا گیا ہے، میں نے تو یہ کہا تھا کہ بعض روایات میں ایسا ہے اور پھر سو جانے کا واقعہ میں نے بحوالہ

صحیح مسلم نہیں بیان کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ نووی شارح صحیح مسلم نے شرح اذکار میں لکھا ہے۔

جناب مولانا صاحب۔ صدر جلسہ اور تمام حاضرین مولوی صاحب کی اس دلیری کو دیکھیں اور ان کی ہمت کی داد دیں اچھا وہ بعض روایات شرح اذکار ہی میں دکھادیں۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ میرے پاس اس وقت کتابیں نہیں ہیں۔ اس لئے فی الحال میں نہیں دکھا سکتا۔

جناب مولانا صاحب۔ مولوی نثار احمد صاحب کو غلط حوالے دینے کی عادت پڑ گئی ہے اور یہ حضرات ایسی کارروائیوں کے لئے مجبور ہیں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ مجلس مناظرہ میں یہ کارروائیاں نہیں چل سکتیں۔ اچھا اب مجھ سے ندائے غیر اللہ کے متعلق دلائل سنیئے۔

(۱) آیت قرآنی قل انما ادعوا ربی ولا اشرک بہ احداً ترجمہ اے نبی کہہ دیجئے کہ میں تو فقط اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا معلوم ہوا کسی کو حاضر ناظر سمجھ کر پکارنا شرک ہے۔

(۲) حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجموعۃ الفتاوی جلد اول ص ۲۹۲ میں بجواب اس سوال کے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں رقم فرماتے ہیں۔

"ازیں چنیں وظیفہ احتراز لازم و واجب اولاً ازیں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن شیئاً للہ است و بعض فقہا ازیں لفظ حکم کفر کردہ اند چنانچہ در در مختار می نویسد

کذا قول شی للہ قیل یکفر انتہی و در رد المختار مے آرد لعل وجہ انہ طلب شیئاً للہ واللہ غنی عن کل شی والکل مفتقر ومحتاج الیہ وینبغی ان یرجح عدم التکفیر فانہ یمکن ان یقول اردت اطلب شیئاً اکراماً للہ شرح الوھبانیہ قلت فینبغی ان یجب التباعد عن ھذہ العبارۃ وقد مر ان ما فیہ خلاف یوم بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح انتہی ثانیاً ازیں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن ست ندای اموات را از امکنہ بعیدہ و شرعاً ثابت نیست کہ اولیا را قدرتے حاصل ست کہ از امکنہ بعیدہ ندا را بشنوند البتہ سماع اموات سلام زائر قبر را ثابت است بلکہ اعتقاد اینکہ غیر حق سبحانہ حاضر و ناظر و عالم خفی جلی در ہر وقت د ہر آن ست شرک ست در فتاوی بزازیہ می نویسد تزوج بلا شھود وقال خدای ورسول و فرشتگان را گواہ کردم یکفر لانہ اعتقد ان الرسول والملک یعلمان الغیب وقال علماءنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر انتہی و حضرت شیخ عبد القادر اگرچہ از اجلۂ اولیای محمدیہ ہستند و مناقب و فضائل شان لاتعد ولاتحصی اند لیکن چنیں قدرت شان کہ فریاد را از امکنہ بعیدہ بشنوند و بہ فریاد رسند ثابت نیست و اعتقاد اینکہ آنجناب ہر وقت حال مریداں خود میدانند و ندای شان می شنوند از عقائد شرک ست واللہ اعلم

حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا عنہ"

(۳) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز سورۂ بقرہ ص۹۲ پر عقائد باطلہ کے بیان میں فرماتے ہیں "یا رتبہ ائمہ و اولیا را برابر رتبہ انبیا و مرسلین علیہم السلام

گروا ہد وانبیاء و مرسلین علیہم السلام را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہرکس و ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند۔"

(۴) بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۱۸ میں فرماتے ہیں "آنچہ جہال مے گویند یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک و کفرست واگر یا الٰہی بحرمت خواجہ شمس الدین پانی پتی حاجت من روا کن گوید مضائقہ ندارد۔

باقی رہا یہ کہ قبرستان میں جاکر مردوں کو مخاطب بناکر سلام پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے تصریح فرمادیا ہے کہ اے نبی آپ مرے ہوئے لوگوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتے بلکہ اللہ چاہے تو سنا دے لہذا جہاں کہیں شریعت نے کسی خاص موقع پر کسی غائب کو ندا کرنے کی تعلیم دی ہے وہاں ضمناً یہ وعدہ ہے کہ خدا اس غائب کو تمہاری وہ خاص بات سنوادیگا لہذا ندائے غائب نہ ہوئی۔

اسی قبیل سے ہے درود شریف میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے حرف ندا کا استعمال کرنا مثلاً الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ درود شریف کے لئے تو خاص طور پر احادیث پڑھا وہ فرشتے فوراً رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچا دیتے ہیں۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ جو آیت آپ نے پڑھی اس میں ادعو کے معنی عبادت کرنے کے ہے میں تفسیروں سے اس کا ثبوت دے سکتا ہوں۔ اور مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم مغفور نے یا شیخ عبدالقادر کے وظیفہ کو شیئاً للہ کی وجہ سے

منع کیا ہے نہ ندا کی وجہ سے۔
لیجئے ندای غیب کیلئے دو دلیلیں ہیں اور پیش کرتا ہوں حصن حصین شریف میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو صحرا میں جاکر پکارے کہ یا عباد اللہ اعینونی اے خدا کے بندو میری مدد کرو کیونکہ وہاں خدا تعالےٰ کی ایسی مخلوق ہے جس کو تم نہیں دیکھتے۔
اور نماز کے تشہد میں ہے السلام علیك ایها النبی سلام ہو تم پر اے نبی اب اس سے زیادہ صاف وصریح ثبوت ندای غائب کا اور کیا ہوگا۔
اور لیجئے ایک نابینا شخص حضور کی خدمت میں آیا کہ میری بینائی کے لئے دعا کیجئے حضور نے اس کو ایک دعا تعلیم فرمائی جس میں یہ الفاظ ہیں یا محمد انی اتوجه بك الی ربك دیکھئے حضور نے خود اپنے ندا کرنے کی تعلیم فرمائی۔
لیکن خدا کی طرح کسی کو حاضر ناظر جان کر ندا کرنا ہم بھی جائز نہیں کہتے ندا کی صحت کیلئے منادی کے سننے کی ضرورت نہیں شرح جامی میں ہے هو المطلوب اقباله حقیقة او حکما اور حکما کی مثال دی ہے جیسے زمین اور آسمان وغیرہ کہ ان چیزوں کی ندا صحیح ہے حالانکہ ان میں سماع کی قابلیت نہیں ہے۔
جناب مولانا صاحبؒ ۔مولوی نثار احمد صاحب نے ایکی مرتبہ اپنے سارے دلائل ختم کر دیئے لیکن میرے دلائل کا کچھ جواب نہ دیا فقہ کی عبارتیں جو میں نے پیش کی تھیں ان کے متعلق کچھ نہ کہا اور طرفہ تو یہ کہ آخر میں خود اپنے دعوے کو بھی کالعدم کر دیا یا اپنے مذہب سے دست بردار ہو گئے۔اب آپ اپنی باتوں کا جواب سنئے ادعو کے معنی عبادت کے کسی مفسر نے لکھے ہوں تو میرے لئے کچھ

مضر نہیں پکارنا بھی تو عبادت ہے حدیث شریف میں ہے کہ الدعاء مخ العبادۃ
مولانا عبدالحیٔ صاحب کے متعلق جو آپ کہتے ہیں کہ ندا کی وجہ سے انھوں نے
منع نہیں کیا مجھے آپ کی اس جرأت پر تعجب آتا ہے مجموعۃ الفتاوی یہ موجود
ہے فارسی عبارت ہے میں پھر پڑھتا ہوں (چنانچہ عبارت پھر پڑھی گئی صدر جلسہ
نے کہا کہ واقعی مولانا ندا کو بالصراحت منع کر رہے ہیں کوئی دوسرا ہوتا تو مارے شرم کے
پسینہ پسینہ ہو جاتا مگر مولوی نثار احمد صاحب پر کچھ بھی اثر ظاہر نہ ہوا) جب
رو در رو آپ کی دلیری وجرأت کا یہ حال ہے تو غائبانہ تحریرات میں خدا جانے
آپ کا کمال کس حد تک ہوگا تین دلائل جو اس مرتبہ آپ نے پیش کئے میری تقریر
سابق میں ان کا جواب موجود ہے جب یہ تصریح ہے کہ وہاں کچھ مخلوق موجود ہے
جس کو تم نہیں دیکھتے تو ندائے غیب کہاں رہی علی ہذا التحیات میں ندا درود
کے ساتھ ہے اور نماز حاجت میں بھی شریعت کی تعلیم کی وجہ سے ضمنی وعدہ
سنا دینے کا پایا جاتا ہے لہذا یہ تینوں مقام ما بہ النزاع سے خارج ہیں میں پھر
کہتا ہوں اسکو خوب یاد رکھئے جن جن مقامات پر شریعت نے ندا کی تعلیم دی ہے
ان مقامات میں ندا کرنے کا جواز ہم کو تسلیم ہے کیونکہ وہاں حاضر ہونے کا وہم نہیں
ہو سکتا بلکہ یہی سمجھا جاتا ہے کہ بوجہ وعدہ کے خدا ان کو سنا دیتا ہے۔

اور جبکہ حاضر ناظر سمجھکر ندا کرنے کو آپ بھی ناجائز کہتے ہیں تو ہمارے آپ کے
درمیان میں کچھ اختلاف ہی نہ رہا بغیر حاضر ناظر جانے ہوئے ندا کرنے دو مقام ہیں
ایک وہ مقام جہاں شریعت نے تعلیم دی ہو وہ ہم بھی جائز کہتے ہیں دوسرا وہ مقام
جہاں شریعت نے تعلیم نہیں دی اس کو آپ جائز کہتے ہیں اور ہم بوجہ ایہام شرک کے

ناجائز جانتے ہیں اب آپ خود بتائیے کہ اس مقام میں ندا کرنے کا فائدہ کیا ہے شریعت کا کوئی وعدہ سنا دینے کا نہیں ہے اور خود منادی بھی حاضر ناظر نہیں تو ایسی ندا فعل عبث ہے کہ نہیں اور فعل عبث خصوصاً جبکہ موہم شرک ہو نا جائز ہے کہ نہیں اس موقع پر میں حاضرین جلسہ خصوصاً صدر جلسہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ ہے حقیقت ان سات مسائل کی جن کو اہل سنت ہونے کا مدار کہا جاتا تھا کہ آخر میں گھوم پھر کر ہمارے مخاطب صاحب کو اپنے دعوے سے دست بردار ہونا پڑ رہا ہے۔

صدر جلسہ۔ یہ مسئلہ بھی خوب صاف ہو گیا اب اس مسئلہ پر مزید تقریروں کی ضرورت نہیں اب قیام میلاد کی بحث شروع ہونی چاہئے، یہاں زیادہ تر اسی کی نزاع ہے۔

چوتھا مسئلہ قیام میلاد

صدر جلسہ۔ اس مسئلہ کے متعلق بھی ہر دو عالم صاحبان اپنا اپنا عقیدہ لکھ دیا **مولوی نثار احمد صاحب** نے لکھا کہ قیام میلاد فی نفسہ مباح ہے اور نیت خیر کے ملنے سے مستحسن ہو جاتا ہے۔

جناب مولانا صاحب نے لکھا کہ قیام میلاد اگر اس نیت سے ہے کہ حضور تشریف لاتے ہیں، حضور کی تعظیم اس سے مقصود ہے تو ناجائز ہے کیونکہ حضور کا تشریف لانا ثابت نہیں اور اگر محض ذکر کی تعظیم کے لئے ہے تو بھی ناجائز کیونکہ ذکر کی تعظیم بذریعہ قیام شریعت میں ثابت نہیں ہے اور اگر کوئی اور نیت ہے تو

اس کے معلوم ہونے پر جواز یا عدم جواز کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

مولوی نثار احمد صاحب اگرچہ میں قیام میلاد کو مباح کہتا ہوں فرض و واجب نہیں کہتا سنت و مستحب نہیں کہتا قیام کرو تو الحمد للہ اور نہ کرو تو الحمد للہ لہذا مجھے کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن میں اس کو آیت قرآنی سے بھی ثابت کرتا ہوں اور حدیث سے بھی اگرچہ صریح طور پر تو قیام میلاد کا تذکرہ قرآن و حدیث میں نہیں ہے لیکن اشارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے۔

آیت قرآنی لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرو اس آیت میں رسول کی تعظیم کرنے کا حکم خدا نے دیا اور اس میں کیا شک ہے کہ قیام میلاد کھلی ہوئی تعظیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

حدیث مشکوۃ شریف میں ہے کہ صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ جب مجلس سے کھڑے ہوتے تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو جاتے تھے اور اسی طرح کھڑے رہتے تھے یہانتک کہ حضور حجرہ میں چلے جاتے تھے اس کے ساتھ دوسری حدیث ملایئے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عباس نے بعض قریش کو آپ کے نسب پر طعن کرتے ہوئے سنا تو بہت برہم ہوئے اور غصہ میں بھرے ہوئے حضور کے پاس آئے اور آپ سے عرض کیا حضورؐ فوراً منبر پر کھڑے ہو گئے، اور میلاد شریف پڑھا اور فرمایا کہ ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر فوقھم پس جب اس وقت حضور کھڑے تھے تو موافق پہلی حدیث کے تمام صحابہ ضرور کھڑے رہے ہوں گے۔ قیام میلاد کے لئے اس سے بہتر اور کیا سند

ہوسکتی ہے اور لیجئے جب حضرت سعد سردار انصار آئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوموا الی سیدکم اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ قیام تعظیمی کے لئے اس سے زیادہ قوی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے۔

رہی یہ بات کہ حضور محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں، اس پر سب سے بڑا شبہہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک وقت میں ہزاروں جگہ میلاد شریف ہو تو ایک ہی وقت میں ہزاروں جگہ کیسے حضور تشریف لے جا سکتے ہیں، شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ ہفت مسئلہ صـ پر فرماتے ہیں" رہا یہ اعتقاد کہ مجلس میلاد میں حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں اس اعتقاد کو شرک وکفر کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر ممکن ہے عقلاً ونقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوا ہے رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہہ ہے آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ وکشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔

ابھی اور بھی دلائل قیام میلاد کے میرے پاس ہیں مگر فاضل محترم مولانا عبدالشکور صاحب میرے ان پیش کردہ دلائل کے جواب سے سبکدوشی حاصل کریں تو پھر میں دوسرے دلائل بھی بکثرت پیش کروں گا۔

جناب مولانا صاحب مولوی نثار احمد صاحب نے قیام میلاد کو تو خوب ثابت کیا اور شروع میں یہ فرما کر کہ قیام مباح ہے کرو تو الحمد للہ نہ کرو تو الحمد للہ اصل مسئلہ کو اس قدر کمزور کر دیا کہ اب اس پر کچھ کہنے کی حاجت ہی نہ رہی۔ خدا کے لئے حاضرین جلسہ اور جناب صدر اس بات پر توجہ کریں کہ یہی قیام میلاد ہے جس پر اہل سنت ہونے

کا مدار ہے۔ یا للعجب۔

اچھا ایک بات میں یہ بھی پوچھتا ہوں کہ جب قیام میلاد آپ کے نزدیک آیات و احادیث سے ثابت ہے تو اس کے مباح ہونے کے کیا معنی۔ اصل یہ ہے کہ آپ صاحبوں کا جو اصلی مذہب قیام میلاد کے متعلق ہے اس کو آپ نے محض اس وجہ سے کہ نہیں کر سکتے چھپایا ہے ورنہ دراصل اگر وہ آپ کے نزدیک صرف مباح ہوتا اور نہ کرنے والا بھی الحمد للہ کہے جانے کا مستحق ہوتا تو اس پر لڑنا جھگڑنا اور بحث کرنا اور تارک کو ملامت کرنا اور اس کو مدار اہلسنت ہونے کا قرار دینا چہ معنی۔

جو آیت آپ نے پیش کی ہے اس کا ترجمہ غلط بیان کیا تسبحوہ کی ضمیر اللہ کی طرف پھرتی ہے اسی طرح تعزروہ اور توقروہ کی بھی اللہ ہی کی طرف پھرتی ہے ورنہ انتشار ضمائر لازم آئے گا۔ علاوہ ازیں قیام کو تعظیم نبوی کہنا اس وقت صحیح ہوگا جبکہ حضورؐ کا تشریف لانا آپ ثابت کردیں یا یہ ثابت کردیں کہ ذکر کی تعظیم بذریعہ قیام کے شرعاً ثابت ہے اور ذکر میں بھی خاص ذکر ولادت کی اور وہ بھی خاص اسی ہیئات کذائی کے ساتھ۔ مشکوٰۃ کی جو حدیث آپ نے پیش کی ہے اس کا مطلب بھی غلط بیان کیا صحابہ کا کھڑا ہونا جو اس روایت میں ہے یہ قیام تعظیمی نہ تھا بلکہ مجلس برخاست ہونے کے سبب سے تھا اور کھڑے رہنا یہاں تک کہ حضورؐ حجرہ میں داخل ہو جائیں اس لئے تھا کہ شاید حضورؐ کسی کام کو کہیں حجرہ میں داخل ہو جانے کے بعد سمجھ لیتے تھے کہ اب حضورؐ کسی کام کو نہ کہیں گے اس لئے اپنے اپنے گھر واپس جاتے تھے یہی مطلب اس قیام کا شارحین مشکوٰۃ نے لکھا ہے چنانچہ حضرت مولانا قطب الدین صاحب مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں (یہ کہکر مظاہر حق کی پوری عبارت پڑھی گئی۔ مولوی

نثار احمد صاحب درمیان میں بول اٹھے کہ صاحب اس شرح کو نہ پڑھیے ان صاحب نے تو بڑے بڑے فسادات برپا کئے ہیں بجواب اس کے مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ کیوں ناحق سلف صالحین کی بدگوئی کر کے اپنے ذمہ دوسروں کا مواخذہ قائم کرتے ہیں اور پھر اس شرح کی تخصیص نہیں دوسرے شارحین مشکوٰۃ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے) علاوہ اس کے جو مطلب حدیث کا آپ نے بیان کیا ہے وہ دوسری احادیث کے خلاف ہے۔ صاف صاف احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوتے تھے حضور تعظیماً کھڑے ہونے کو منع فرماتے تھے اور ناپسند کرتے تھے چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے باب القیام کی فصل ثانی میں ہے عن انسؓ قال لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا راؤہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذ لک رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح یعنی انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی مگر پھر بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ فعل آپ کو ناپسند ہے، اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

دوسری حدیث جو ترمذی کی آپ نے پڑھی اور کہا کہ حضور نے اپنا میلاد شریف پڑھا بالکل غلط ہے ہرگز ترمذی کی روایت میں میلاد کا ذکر نہیں ہے نہ یہ کہ آپ نے اپنی ولادت کے حالات بیان فرمائے خلق الخلق کا لفظ ہے تمام کائنات کی آفرینش کا بیان ہے، خلق اور ولادت میں بہت فرق ہے خلق عدم سے وجود میں

لانے کو کہتے ہیں اور ولادت شکم مادر سے باہر آنے کو کہتے ہیں پھر یہ کہنا بھی آپ کا صحیح نہیں کہ حضورؐ نے جب یہ خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر پڑھا تو صحابہ ضرور کھڑے ہوئے ہونگے کیونکہ جب حضورؐ خطبہ پڑھتے تھے تو صحابہ کرام کو بیٹھنے کا حکم ہوتا تھا ایک مرتبہ حضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے تو فرمایا کہ اجلسوا اجلسوا بیٹھ جاؤ بیٹھ جاؤ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد کے دروازے پر تھے یہ حکم سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تعال یا عبداللہ بن مسعود یعنی اے عبداللہ بن مسعود ادھر آؤ یہی سنت اب تک قائم ہے کہ جمعہ وعیدین میں امام کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتا ہے اور مقتدی بیٹھے رہتے ہیں

اچھا میں مولوی نثار احمد صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ترمذی کی جس روایت کو وہ بیان میلاد کہتے ہیں اگر واقعی وہ بیان میلاد ہے تو جس وقت انھوں نے وہ روایت پڑھی ان کی جماعت کیوں نہ کھڑی ہوئی۔

حضرت سعدؓ کے لئے کھڑے ہونے کا حکم جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا یہ بھی قیام تعظیمی نہ تھا بلکہ حضرت سعد کے گھٹنے میں تیر لگ گیا تھا گھوڑے سے بغیر بغیر کسی کے اتارنے کے اتر نہ سکتے تھے اس لئے فرمایا کہ اپنے سردار کو کھڑے ہو کر اتار لو۔ حضرت سعدؓ کی وفات اسی زخم سے ہوئی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا امکان ہم کو بھی مسلم ہے اور یہ شبہہ کہ بیک وقت ہزاروں جگہ کیسے تشریف لیجا سکتے ہیں بالکل بے ایمانی کا شبہہ ہے اسکے جواب کے لئے ہفت مسالہ پیش کرنے کی ضرورت نہ تھی یہ تو عقائد کی کتابوں میں مذکور ہے کہ آن واحد میں امکنہ متعددہ کے اندر موجود ہونا بطور خرق عادت کے ہو سکتا ہے اولیاء اللہ کی کرامات میں اس قسم کے واقعات ہوئے ہیں چہ جائیکہ انبیاء اور پھر سرور انبیاء صلے اللہ

علیہ وعلیہم اجمعین مگر محض امکان سے وقوع تو ثابت نہیں ہوتا اور اگر محض امکان ہی سے آپ کا مقصد حاصل ہوتا ہے تو امکان شروع محفل سے اخیر تک ہے وقت ذکر ولادت کی کیا تخصیص ہے۔

ایک تعجب اس مقام پر مجھے اور بھی ہے کہ آپ نے ہفت مسئلہ کیا سمجھکر پیش کیا ہفت مسائلہ اور ہفت مسئلہ کے مصنف حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو تو خود آپ نہیں مانتے (اسکو سنتے ہی مولوی نثار احمد صاحب فوراً بول اٹھے کہ یہ میرے اوپر بیجا الزام بلکہ افترا ہے مجھسے زیادہ حضرت حاجی صاحبؒ کو کون مان سکتا ہے وہ میرے والد کے پیر مرشد تھے) اچھا اگر آپ ان کو مانتے ہیں تو دیکھئے اسی ہفت مسائل میں وہ قیام میلاد کے اختلاف کو حنفی وشافعی کے اختلاف کے مثل قرار دیکر دونوں جانب کو اہل سنت قرار دیتے ہیں اور اس مسئلہ میں بحث مباحثہ کو بھی منع کرتے ہیں آپ اس کے خلاف اس مسئلہ کو مدار اہل سنت ہونے کا کہتے ہیں اور اس میں بحث کر رہے ہیں نہ صرف بحث بلکہ مخالف کی توہین و تذلیل کے درپے ہیں، حضرت حاجی صاحبؒ کے خاص الفاظ ہفت مسائلہ صـ۵ـ میں یہ ہیں " رہا عملدرآمد جو اس مسائل میں رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہرگاہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اور ہر فریق کے پاس دلائل شرعی بھی ہیں گو قوت و ضعف کا فرق ہو جیسا اکثر مسائل اختلافیہ فرعیہ میں ہوا کرتا ہے پس خواص کو تو یہ چاہیئے کہ جو ان کو تحقیق ہوا ہو اس پر عمل رکھیں اور دوسرے فریق کے ساتھ بغض و کینہ نہ رکھیں نہ نفرت و تحقیر کی نگاہ سے اس کو دیکھیں نہ تفسیق و تذلیل کریں بلکہ اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی شافعی کے سمجھیں اور باہم ملاقات ومکاتبت وسلام و موافقت و محبت کے رسوم جاری رکھیں اور تردید و مباحثہ سے خصوصاً بازاریوں کے ہذیانات سے کہ منصب اہل علم کے خلاف ہے پرہیز رکھیں بلکہ ایسے مسائل

میں نہ فتوی لکھیں نہ مہر و دستخط کریں کہ فضول ہے"۔
کیوں مولوی صاحب آپ کا اس پر عمل ہے یا اب آپ اس پر عمل کرنے کو تیار ہیں۔
میں نے مولوی نثار احمد صاحب کے تمام باتوں کا جواب دیدیا اب وہ اور دلائل جو رکھتے ہوں پیش کریں اسکے بعد میں انشاء اللہ اس مسئلہ پر محققانہ روشنی ڈالوں گا۔
مولوی نثار احمد صاحب۔ میں نے تو بہت سے دلائل پیش کر دیئے اب مزید دلائل پیش کرنے کی مجھے ضرورت نہیں معلوم ہوتی آپ کے علماء نے تو میلاد شریف کی رد میں کتابیں لکھی ہیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو کنھیا کے جنم سے تشبیہ دی ہے جس پر حرمین شریفین کے علماء نے جو فتوی دیا ہے آپ کو معلوم ہوگا۔
آپ جو بار بار کہتے ہیں کہ میں نے ان چیزوں کو اہل سنت ہونے کا مدار کہا تھا۔ میں نے مدار نہیں کہا تھا بلکہ اہل سنت کا شعار کہا تھا۔
اب اس وقت میں اس مسئلہ پر اس سے زیادہ کچھ کہنا فضول سمجھتا ہوں
جناب مولانا صاحب۔ حاضرین جلسہ و جناب صدر اچھی طرح معلوم کر چکے ہوں گے کہ اب اس مسئلہ میں مولوی نثار احمد صاحب کے پاس کوئی دلیل باقی نہیں ہے اور اب وہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔
ہماری جماعت میں کسی شخص نے اصل میلاد شریف کی رد میں کوئی کتاب نہیں لکھی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو نعوذ باللہ کنھیا کے جنم سے کسی نے تشبیہ نہیں دی بلکہ جہلا کی بدعات کو ایسا لکھا گیا ہے۔ ہم لوگ ہرگز اصل محفل میلاد شریف کے منکر نہیں ہیں۔ البتہ علمائے سلف میں بہت لوگ ایسے گزرے ہیں جو نفس میلاد شریف ہی کے منکر تھے از انجملہ علامہ ابن امیر حاج مالکی ہیں جن کو آپ کے مقتدا مولوی احمد رضا خا

صاحب بریلوی نے بھی اپنی تصانیف میں امام لکھا ہے، علامہ موصوف اپنی کتاب مدخل مطبوعہ مصر جلد اول ص۱۵۵ میں فرماتے ہیں۔ فان خلا منہ وعمل طعاما فقط ونوی بہ المولد ودعا الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فہو بدعۃ بنفس نیتہ فقط اذ ان ذلک زیادۃ فی الدین ولیس من عمل السلف الماضین واتباع السلف اولی بل اوجب من ان یزید نیۃ مخالفۃ لما کانوا علیہ لانہم اشد الناس اتباعا لسنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وتعظیما لہ ولسنتہ صلے اللہ علیہ وسلم ولہم قدم السبق فی المبادرۃ الی ذلک ولم ینقل عن احد منہم انہ نوی المولد ونحن لہم تبع فیسعنا ما وسعہم ترجمہ اگر محفل میلاد سماع سے خالی ہو اور فقط کھانا پکائے اور نیت میلاد کی کرے اور مسلمان بھائیوں کو اور تمام ان برائیوں سے جن کا ذکر اوپر ہوا خالی ہو تو بھی وہ محض اس نیت کے سبب سے بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں زیادتی ہے اگلے گزرے ہوئے لوگوں کا عمل نہیں ہے اور سلف کی پیروی اولی بلکہ واجب ہے بہ نسبت اس کے کہ ایسی نیت اضافہ کی جائے جو ان لوگوں کی نہ تھی کیونکہ وہ لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں اور آپ کی اور آپ کی سنت کی تعظیم میں سب سے زیادہ سخت تھے اور اس معاملہ میں سب پر سبقت کرنے والے تھے اور ان میں سے کسی سے منقول نہیں کہ اس نے میلاد کی نیت سے کوئی محفل کی ہو اور ہم انھیں سلف کے پیرو ہیں لہذا جو چیز ان کے لئے جائز تھی وہی ہمارے لئے بھی جائز ہو سکتی ہے۔

دیکھئے کس زور شور کے ساتھ اصل محفل میلاد کا انکار کر رہے ہیں یا ایں ہمہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو محفل میلاد کے بڑے حامی ہیں ماثبت بالسنہ میں علامہ ابن امیر حاج کا انکار ذکر کرکے لکھتے ہیں۔ فاللہ یثیبہ علی قصدہ الجمیل ویسلک بنا سبیل السنۃ یعنی اللہ ان کو ان کی نیت نیک کا ثواب دے اور ہم کو سنت کے راستہ پر چلائے۔ یہ تھی اہل علم واہل انصاف کی روش نہ یہ جو آج کل بے انصاف اور بے علم لوگوں نے اختیار کر رکھی ہے کہ باوجودیکہ اصل محفل کا انکار نہیں کیا جاتا پھر بھی تضلیل وتفسیق پر کمر باندھے ہوئے ہیں ذرا ذرا سی بات پر وہابی کہدینا اہل سنت سے خارج کر دینا ان کے نزدیک کھیل ہے۔

جناب صدر جلسہ۔ مولانا صاحب سے مخاطب ہو کر آپ نے اس مسالہ قیام میلاد پر روشنی ڈالنے کا وعدہ فرمایا تھا میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس سے مستفیض فرمائیں گے

جناب مولانا صاحب ابھی تو اصل مبحث کے متعلق مجھے بہت کچھ کہنا تھا مگر افسوس کہ مولوی نثار احمد صاحب نے کچھ بھی پیش نہ کیا اور قبل از وقت خاموشی اختیار کرلی لہذا اب میں بھی کیا کہوں جو وعدہ میں نے کیا تھا اس کو البتہ ایک مختصر تقریر میں پورا کرتا ہوں۔

واضح رہے کہ ۶۰۰ھ ہجری سے پہلے مسلمانوں میں کبھی کوئی محفل میلاد شریف کے نام سے نہیں ہوئی ۶۰۰ھ ہجری میں پہلی محفل اس نام سے مظفرالدین بادشاہ اربل نے قائم کی بعض علماء نے اس محفل کو بدعت قرار دیکر اس سے اختلاف کیا مثل علامہ فاکہانی وعلامہ ابن امیرحاج وغیرہما کے مگر علمائے محققین نے اسکو ذکر خیر کے تحت میں داخل کیا اور بدعت نہ فرمایا لیکن بوقت ذکر ولادت شریف قیام کرنے کا اس وقت نام ونشان نہ تھا یہانتک کہ علامہ تاج الدین سبکی شافعی المذہب کے سامنے ایک مرتبہ

ذکر ولادت شریف ہوا تو غایت مسرت سے بحالت وجد وہ کھڑے ہوگئے ان کے
کھڑے ہوجانے کے سبب سے اور حاضرین محفل بھی کھڑے ہوئے، اسکے بعد علامہ موصوف
کی یہ حالت مستمرہ ہوگئی کہ جب ان کے سامنے ذکر ولادت شریف ہوتا تو وجد
کی کیفیت طاری ہوجاتی اور کھڑے ہوجاتے ایسا اکثر ہوتا ہے کہ اہل اللہ کو کسی
بات پر وجد طاری ہوتا ہے اور پھر وہ حالت مستمرہ ہوجاتی ہے کہ جب وہ بات پیش
آتی ہے تو وجد طاری ہوتا ہے، علامہ ممدوح کے بعد ان کے تلامذہ اور مسترشدین
میں قیام کا رواج ہوا لیکن محض یہ خیال تھا کہ ایک نیک اور بزرگ شیخ کی بیہ روش
تھی اور صالحین کی روش اختیار کرنے میں برکت ہوتی ہے اس وقت سے علما
میں دو گروہ ہوگئے بعض تو تشبہہ بالصالحین کی نیت سے اسکو کرتے تھے اور
بعض اسکو دین میں نئی بات قرار دیکر منع فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں کے
بعد عوام الناس میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محفل میلاد شریف
میں بوقت ذکر ولادت شریف تشریف لاتے ہیں اور یہ قیام حضور کی تعظیم کیلئے
ہے اس وقت سے علمائے ربانیین کی ایک جماعت اس کے روکنے اور مخالفت
کرنے کے درپے ہوئی اور اس میں انھوں نے بہت شدت کی کیونکہ اس اعتقاد
میں کہ حضور تشریف لاتے ہیں یا تو اللہ پر افترا لازم آتا ہے یا رسول پر یعنی حضور کا
تشریف لانا کیسے معلوم ہوسکتا ہے، سوا اس کے کہ آیات قرآنیہ میں مذکور ہو یا
حدیث میں وارد ہو تو نہ ایسی کوئی آیت قرآن کی ہے نہ اس مضمون کی کوئی
حدیث ہے، پھر بڑھتے بڑھتے نوبت یہاں تک پہونچی کہ اس قیام کا درجہ لوگوں
نے فرض و واجب سے بڑھا دیا اور تارک قیام کو وہابی اور بے دین اور خدا جانے

کیا کیا کہنے لگے اس وقت سے اور زیادہ ضروری ہو گیا کہ اس قیام کو روکا جائے
یہ ایک مختصر تقریر ہے جس سے محفل میلاد شریف اور قیام دونوں پر کافی روشنی
پڑتی ہے اور مسالہ زیر بحث کی اصل حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب الآثار المرفوعہ میں
لکھتے ہیں ومنها ما يذكرونه من ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یحضر
بنفسه فی مجالس وعظ مولدہ عند ذکر مولدہ وبنوا علیہ القیام
عند ذکر المولد تعظیما واکراما وھذا ایضاً من الاباطیل لم یثبت
ذلك بدلیل ومجرد الاحتمال والامکان خارج عن حد البیان۔ ترجمہ
انہیں موضوع روایات میں سے ہے جو واعظ لوگ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم بذات خود محفل میلاد میں بوقت ذکر ولادت شریف تشریف لاتے ہیں اور
اسی پر لوگوں نے بوقت ذکر ولادت تعظیما وکراما کھڑے ہو جانے کی بنیاد رکھی ہے
حالانکہ یہ بیان بھی جھوٹی روایتوں میں سے ہے حضورؐ کا تشریف لانا کسی روایت
سے ثابت نہیں اور محض احتمال وامکان ذکر کرنے کے قابل نہیں۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کئی فتوے بھی قیام مروج کی
مخالفت میں ہیں جس کا جی چاہے ان کے مجموعۃ الفتاوی کو دیکھ لے۔

سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے کو نقشبندی مجددی[۱] کہکر
بدعات میں انہماک کرتے ہیں حالانکہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے
مکتوبات شریف میں بدعات کی قرار واقعی بیخکنی کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بدعت حسنہ

---

[۱] مولوی نثار احمد صاحب بھی اپنے کو نقشبندی مجددی کہتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲

کوئی چیز نہیں ہے ہر بدعت ضلالت ہے حتیٰ کہ محفل میلاد کی جو صورت حد جواز میں آتی ہے اس کو بھی وہ اچھا نہیں سمجھتے قیام کا تو ذکر ہی کیا اپنے مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں دیگر در باب میلاد خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغییر حروف قرآن ست والتزام رعایت مقامات نغمہ و تردید صوت باں بطریق الحان با تصفیق مناسب آں کہ در شعر نیز غیر مباح است اگر بر نہجے خوانند کہ تحریفے در کلمات قرآنی واقع نشود و در قصا خواندن شرائط مذکورہ متحقق نہ گردد و آں را ہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است مخدوما بخاطر فقیر میرسد تا سد ایں باب مطلق نکنند بوالہوساں ممنوع نمی گردند اگر اندک تجویز کردند منجر بہ بسیار خواہد شد قلیلہ یفضی الی کثیرہ قول مشہور ست۔

مولوی نثار احمد صاحب نے اس کے جواب میں کچھ نہ کہا سوا اس کے کہ مجدد صاحبؒ کے مکتوبات پر ان کے کسی خلیفہ نے حاشیہ لکھا ہے اس حاشیہ میں اس کی مخالفت کی گئی ہے۔

جناب مولانا صاحبؒ نے فرمایا وہ حاشیہ کہاں ہے کس خلیفہ نے لکھا ہے اور اس خلیفہ کو اپنے پیر و مرشد کی مخالفت کا کیا حق تھا اس کا جواب مولوی نثار احمد صاحب نے کچھ نہ دیا۔

جناب صدر جلسہ۔ اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ فاتحہ اور عرس کا مسئلہ شروع ہو۔

پانچواں مسئلہ فاتحہ مُروّجہ وعرس

اولاً عرس و فاتحہ کی حقیقت متعین کرنے میں دیر تک اختلاف رہا بالآخر مولوی نثار احمد صاحب نے فاتحہ کی حقیقت یہ بتائی کہ کھانا سامنے رکھکر قل پڑھا جائے پھر ایصال ثواب کی دعا مانگی جائے اور عرس کی حقیقت یہ بتائی کہ قبر پر چادر ہو اور چراغاں کیا جائے اور بہ تعیین یوم قرآن خوانی کی جائے قل پڑھا جائے۔

جناب مولانا صاحب عبادات دو قسم کی ہیں مالی اور بدنی دونوں قسم کی عبادتوں کا ایصال ثواب درست ہے لیکن دونوں کو مخلوط کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا بالکل بے اصل ہے۔ نیز قبروں پر چادر ڈالنا اور چراغ جلانا بھی ناجائز فعل ہے اور عرسوں میں دوسرے منکرات شرعیہ بھی ہوتے ہیں مثل غنا و مزامیر کے اور بے پردہ جوان عورتوں کے شریک ہونے کے لہذا ایسے مقامات میں جانا بھی جائز نہیں۔ میں اپنے مکرم مخاطب کے دلائل سن لوں تو ان باتوں پر دلائل شرعیہ پیش کروں گا۔

مولوی نثار احمد صاحب تفسیر روح البیان میں حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ کا قول نقل کیا ہے جس میں بزرگوں کی قبر پر چادر و چراغاں کا مستحب ہونا پوری تصریح کے ساتھ بیان فرمایا ہے، علاوہ اس کے جب ان چیزوں کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل شرعاً نہیں پائی جاتی تو ہمارا مقصود حاصل ہے کیونکہ ہم ان چیزوں کو مباح کہتے ہیں۔ فاضل محترم کا اگر دعویٰ ان چیزوں کے عدم جواز کا ہے تو دلائل وہ پیش کریں۔ اور فاتحہ میں کھانے کا سامنے رکھ لینا ہم ضروری نہیں جانتے اس کو بھی ہم مباح ہی کہتے ہیں۔

جناب مولانا صاحب علامہ نابلسی کا قول نہ فقہ کی عبارت ہے نہ کسی آیت کی تفسیر ایک قول بلا دلیل ہے سنئے نسائی شریف جلد اول صـ۲۲۳ میں ہے عن بن عباس قال لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زائرت القبور والمتخذین علیها المساجد......... والسرج ترجمہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ان عورتوں کو جو قبروں کی زیارت کرنے والی ہیں اور لعنت کی ان لوگوں کو جو قبروں پر مسجد بنائیں اور چراغ جلائیں بشامی جلد اول کتاب الجنائز میں ہے ویکرہ الستور علی القبور یعنی چادر کا قبروں پر ڈالنا مکروہ ہے، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں:" قبور اولیا بلند کردن وگنبد براں ساختن وعرس وامثال آں وچراغاں کردن ہمہ بدعت ست بعض ازاں حرام ست وبعض مکروہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بر شمع افروزاں نزد قبر وسجدہ کنندگان را لعنت گفتہ وفرمودہ کہ نگیرید قبر مرا عید وسجد در مسجد سجدہ میکنند وروز عید برائے روزے در سال مقرر کردہ شدہ رسول کریم علی رضی اللہ عنہ را فرستاد کہ قبور مشرفہ را برابر کند وہر جا کہ تصویر بیند او را محو کند۔ اور حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کے مجموعۃ الفتاوی جلد اول صـ۹۵ میں ہے" ثواب اموات کو بمذاہب اہل سنت پہونچتا ہے اور پڑھنا فاتحہ اور اخلاص وغیرہ کا اور اس کا ثواب بخشنا مردوں کو موجب رفعت درجات کا ہے لیکن جو طریقہ فاتحہ کا مروج ہے کہ شیرینی وغیرہ سامنے رکھکر کھڑے ہوکے فاتحہ دیتے ہیں اس کی اصل شرع میں نہیں ہے واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحئی عفا عنہ القوی باقی رہا مخاطب صاحب کا یہ فرمانا کہ ہم ان چیزوں کو ضروری نہیں سمجھتے اس کی حقیقت آپ کی

جماعت کے لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں اگر کبھی بغیر کھانا سامنے رکھے ہوئے آپ فاتحہ کرتے یا ان التزامات کے تارک پر آپ ملامت نہ کرتے تو ہم لوگ بھی آپ کے اس قول کی تصدیق کر سکتے تھے۔

مولوی نثار احمد صاحب میرا استدلال صرف علامہ نابلسیؒ کے قول سے نہیں ہے اور بہت سے اقوال بزرگان دین کے موجود ہیں مگر پہلے ایک حدیث پیش کرتا ہوں جس سے فاتحہ مروجہ کا ثبوت ہوتا ہے وہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ حضور نے ہاتھ اٹھا کر کھانے کے سامنے دعا پڑھی اب بتلائیے اس سے بڑھکر سند کیا ہوگی۔

اور آپ جو کہتے ہیں کہ دونوں قسم کی عبادتوں کو مخلوط کرنا جیسا کہ فاتحہ مروجہ میں ہوتا ہے بے اصل ہے اگرچہ اس کا بے اصل ہونا میں نے باطل کر دیا مگر ایک اور عمدہ دلیل دو عبادتوں کے مخلوط کرنے کی پیش کرتا ہوں حضرت مولیٰ علی مرتضیٰؓ نے نماز کے اندر سائل کو انگوٹھی دی تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ۝ کہیے حضرت مولیٰ علی مرتضیٰؓ نے دونوں قسم کی عبادتوں کو مخلوط کیا یا نہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی نے جن سے ہمارے طلبہ بھائی خوب واقف ہیں ایک خط بھیجا جس میں عرس وغیرہ کے متعلق مسائل پوچھے تھے حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کے جواب میں مروجہ عرس کو جائز فرمایا اور بقول آپ کے عرس میں اگر منکرات شرعیہ پائے جائیں تب بھی

عرس کی شرکت جائز ہے البتہ آپ خود منکرات سے بچے۔ شامی سے تو آپ بہت استدلال کیا کرتے ہیں مگر اس کی جلد اول میں جہاں زیارت قبور کا بیان ہے یہ عبارت آپ نے نہ دیکھی قال ابن حجر فی فتاویہ ولا تترك لما يحصل عندها من منكرات ومفاسد كاختلاط الرجال بالنساء وغير ذلك لان القربات لا تترك لمثل ذلك **ترجمہ** ابن حجر شارح صحیح بخاری اپنے فتاوی میں کہتے ہیں کہ زیارت قبر کو ترک نہ کیا جائے بوجہ ان منکرات و مفاسد کے جو وہاں ہوں مثل مردوں اور عورتوں کے اختلاط وغیرہ کے کیونکہ عبادات کو اس قسم کی باتوں کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاتا۔ ایک حدیث اور لیجئے مشکوۃ شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ کے ایک رشتہ دار نے حضرت عائشہ سے درخواست کی کہ حضور کی قبر ہمکو دکھلا دیجئے تو انھوں نے چادر جو قبر مبارک پر تھی اسکو ہٹایا حدیث میں صاف لفظ فکشف الحجاب کا موجود ہے، اس سے قبروں پر چادر ڈالنے کا جواز بخوبی ثابت ہوگیا۔

جناب مولانا صاحب: ہمارے مخاطب صاحب کی یہ تقریر تو تمام سابقہ تقریروں سے بڑھ گئی۔ بڑے بڑے لطائف اس تقریر میں ہیں۔

پہلا لطیفہ یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف کی جس حدیث کا حوالہ فاتحہ مروجہ کے ثبوت میں دیا ہے یہ حوالہ بالکل غلط ہے ہرگز کوئی حدیث مشکوۃ میں اس مضمون کی نہیں ہے ذرا مشکوۃ شریف میں اس حدیث کو نکال تو دیجئے۔

مولوی نثار احمد صاحب نے فوراً مشکوٰۃ کھول کر ایک حدیث کے چند الفاظ پڑھے مولانا نے فرمایا کہ ذرا کتاب مجھے تو دیجئے چنانچہ با دل ناخواستہ ان کو کتاب دینا پڑی مولانا نے اس حدیث کو پڑھکر فرمایا کہ واہ حضرت آپ نے تو کمال کر دیا اس حدیث سے فاتحہ

یا ایصال ثواب کو کیا تعلق اس حدیث میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ غزوۂ خندق میں حضرت جابرؓ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی آپ نے تمام اہل لشکر کو مدعو کر دیا کھانا بہت قلیل تھا لہذا حضرت نے اس میں برکت کی دعا مانگی۔ اس دعا میں بھی ہاتھ اٹھانے کا کہیں ذکر نہیں اور دیگچی میں اپنا لعاب دہن مبارک بھی ڈال دیا چنانچہ اس قلیل کھانے میں جو صرف پانچ چھ آدمیوں کے لئے کافی ہو سکتا تھا تین سو کے قریب اشخاص نے سیر ہو کر کھایا اور پھر وہ کھانا اتنا ہی کا اتنا بچ رہا۔ کیوں مولوی صاحب اسی حدیث کو آپ فاتحہ کے متعلق کہتے تھے۔ مولوی نثار احمد صاحب کی ہمت قابل تعریف ہے کہ اس کارروائی کے ظاہر ہو جانے پر بھی وہ عرق خجالت میں نہ ڈوبے

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ مولوی نثار احمد صاحب نے اپنے دوستوں کو خوش کرنے کے لئے جن کی خاطر سے یہ مباحثہ قائم ہوا ہے اور جن کا ہاتھ اس مباحثہ میں قلم کا کام کر رہا ہے یہ بھی بالکل بے جوڑ طریقہ سے کہدیا کہ حضرت علی مرتضیٰ نے نماز میں بحالت رکوع کسی سائل کو اپنی انگوٹھی دی تھی اور آیہ انما ولیکم اللہ اسی بارہ میں نازل ہوئی اور یہ کہ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے بیشک آپ کے وہ دوست تو خوش ہو گئے ہوں گے لیکن اہل سنت وجماعت کو آپ کی اس کارروائی پر بہت افسوس ہے۔ ع بہ بیں کہ از کہ بریدی وبا کہ پیوستی۔ مجھے حیرت ہے کہ اس بے نظیر ناواقفیت پر آپ کو اس قدر جرأت کیونکر ہوتی ہے خیر اب سنیے نماز میں انگوٹھی دینے کا واقعہ روایۃً اور درایۃً دونوں طرح غلط اور بالکل غلط ہے اور ہرگز تمام مفسرین کا اس پر اتفاق کیا معنی کسی معتبر اور ملتزم الصحۃ تفسیر میں اس کا ذکر بھی نہیں تفسیر جلالین جو بڑی معتبر تفسیر ہے جس کے دیباچہ میں التزام صحت کی تصریح موجود ہے اس میں

قصہ کے ذکر سے خالی ہے پھر بڑے بڑے اکابر محدثین ومفسرین اس قصہ کے جعلی ہونے
کو بیان فرما چکے ہیں شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی الکاف الشاف فی تخریج احادیث
الکشاف میں فرماتے ہیں اسنادہ ساقط اور حافظ ابن کثیر محدث اپنی تفسیر میں ایسی آیت
کے تحت میں انگوٹھی والی روایت کے متعلق لکھتے ہیں لیس یصح شی منہا لضعف
اسانیدھا وجہالۃ رجالہا شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں فرماتے
ہیں ھذا الکذب موضوع باتفاق اھل العلم بالحدیث حضرت مولانا
شیخ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں "و قصہ موضوعہ اعطای انگشتری
روایت کنند" میں اس مضمون کو اصل بحث سے بے تعلق ہونے کے باعث زیادہ
تفصیل سے بیان کرنا نہیں چاہتا ورنہ ابھی بہت کچھ اس کے متعلق باقی ہے۔

تیسرا لطیفہ یہ ہے کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی
کا استفسار کرنا آپ نے بیان کیا ہے۔ کہاں مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی اور کہاں مولانا
شاہ عبد العزیز۔ علامہ سیالکوٹی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے
زمانے میں تھے جو مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے تقریباً دو سو برس پہلے کا زمانہ ہے

چوتھا لطیفہ یہ ہے کہ آپ نے شامی کی عبارت سے جو استدلال کیا ہے اس
میں بھی وہی کارروائی کی ہے جو اب تک آپ ہر روز کرتے رہے یعنی پوری عبارت ان کی
نقل نہ کی جو ٹکڑا آپ کے مطلب کے خلاف تھا اس کو آپ نے حذف کر دیا جو عبارت
آپ نے پڑھی اس کے بعد ہی علی الاتصال یہ جملہ ہے کہ بل علی الانسان فعلہا
وانکار البدع بل وانا التہاان امکن یعنی جو شخص زیارت قبر کے لئے جائے
اگر وہاں منکرات شرعیہ ہوں تو انسان پر لازم ہے کہ بدعات کو منع کرے بلکہ اگر

ممکن ہو تو ان کو زائل کر دے" اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر منکرات کے منع کرنے پر قدرت نہ ہو تو زیارت قبر کے لئے نہ جائے جیسا کہ آج کل عرسوں میں ہوتا ہے جو بدعتیں وہاں ہوتی ہیں کون شخص ان کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نکال کر فتنہ سے بے خوف ہو سکتا ہے۔

پانچواں لطیفہ یہ ہے کہ آپ نے ابن حجر مکی صاحب فتاویٰ کو شارح صحیح بخاری ارشاد فرمایا۔ حالانکہ شارح صحیح بخاری ابن حجر عسقلانی ہیں جو ابن حجر مکی سے بہت پہلے گزرے ہیں۔

چھٹا لطیفہ یہ ہے کہ آپ نے فتاویٰ کو فتاوِی پڑھا ایسی غلطی تو مبتدی بھی نہ کرے گا۔ اس علم پر آپ کے یہ دعوے استغفر اللہ۔ (مولوی نثار احمد صاحب اس کو سنکر فوراً بول اٹھے کہ کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے اس کو سنکر سب کو ہنسی آگئی)۔

ساتواں لطیفہ یہ ہے کہ آپ نے جو مشکوٰۃ کی روایت سے لفظ فکشف الحجاب نقل کیا ہے اور حجاب سے قبر کی چادر مراد لی ہے یہ بھی آپ کے علم کی روشن دلیل ہے۔ حضرت قبر کی چادر کو حجاب نہیں کہتے بلکہ حجاب سے مراد وہ پردہ ہے جو دروازہ پر پڑا تھا چنانچہ شارح مشکوٰۃ نے اس کی تصریح کی ہے (اس کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب اشعۃ اللمعات کی عبارت پڑھی جس میں صاف تصریح ہے کہ مراد اس سے وہ پردہ ہے جو دروازہ پر تھا) ان لطائف کے عرض کرنے کے بعد اتنی گزارش ہے کہ خدارا مسلمانوں پر رحم کیجئے اور اس قسم کی کارروائیوں سے ان کے دین کو ان پر مشتبہ نہ کیجئے۔

مولوی نثار احمد صاحب۔ شامی کی عبارت کا جو ٹکڑا آپ نے پڑھا اس میں

انھوں نے بدعات ومنکرات کے روکنے کو ضروری نہیں قرار دیا بلکہ اولیٰ کہا ہے
(اسی وقت ہماری طرف سے شامی جلد اول ص۶۳۱ کھول کر سامنے رکھدی گئی کہ بھلا
دکھلایئے تو اولیٰ کا لفظ کہاں ہے (اس گرفت پر کچھ تھوڑی سی شرمندگی مولوی
نثار احمد صاحب کے چہرۂ مبارک پر محسوس ہوتی تھی مگر پھر کچھ نہیں)
ابھی میرے پاس اور بہت سے دلائل جواز فاتحہ وعرس کے ہیں صرف یہی
باتیں نہ تھیں جن کا بخیال خود آپ نے جواب دیا ہے اور آپ کے لوگ بھی خوش ہو رہے
ہیں کہ جواب ہوگیا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ فاتحہ وعرس حضرات مشائخ کرام کے
معمولات سے ہے کیا آپ ان سب حضرات کو مرتکب بدعت جانتے ہیں حضرت حاجی
امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فاتحہ وعرس کے قائل ہیں ہفت مسألہ دیکھ لیجئے
اس وقت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔
(اس گفتگو پر صدر جلسہ و حاضرین سب سمجھ گئے کہ مولوی نثار احمد صاحب کا
کیسہ خالی ہوچکا ہے اور اب وہ وقت قریب ہے کہ مناظرہ کو درہم وبرہم کرنے کی
فکر کی جائے اور راہ فرار اختیار کیجائے)

جناب مولانا صاحب: آپ کے پیش کردہ دلائل کا جواب شافی میں دے چکا
جس پر آپ نے ایک حرف بھی نہ کہا اور یہی اول روز سے آج تک ہورہا ہے، کیا
اس کے بعد آپ ان مسائل کا کبھی نام لیں گے اور ان کو شعار اہل سنت کہیں گے
فاتحہ مروجہ وعرس کو معمولات مشائخ کہنا اول تو بالکل غلط قیامت تک
آپ اکابر مشائخ سے اپنے فاتحہ مروجہ و اعراس مبتدعہ کا ثبوت نہیں دے سکتے
دوسرے شرائط نامہ کے خلاف ہے شرائط نامہ میں طے ہوچکا ہے کہ استدلال

قرآن و حدیث و ائمہ مذہب کے اقوال سے ہوگا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا حوالہ
آپ ناحق دیتے ہیں ان کی آدھی بات لینا اور آدھی بات کا چھوڑنا کہاں کی دیانت ہے
یہاں تک گفتگو پہونچی تھی کہ صدر جلسہ جناب سید علی تقی خاں صاحب کھڑے
ہو گئے اور اس خیال سے کہ مناظرہ کے درہم و برہم کرنے کی تدابیر وہ محسوس کر رہے
تھے اور ان کو خطرہ تھا کہ شائد کچھ بے لطفی پیدا ہو جائے انھوں نے کل والی گفتگوئے
مصالحت کو پھر چھیڑا کہ جب حضرت حاجی صاحبؒ کو آپ دونوں حضرات مانتے ہیں۔
تو پھر ان مسائل کو مثل اختلاف حنفی و شافعی قرار دیکر آپ دونوں حضرات کیوں
نہیں مل جاتے۔ مولوی نثار احمد صاحب نے اس نادر موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً
اپنی جگہ سے اٹھکر حضرت مولاناؒ کی خدمت میں آئے اور بڑی بے تکلفی سے پکڑ کر علٰحدہ
لے گئے اور دیر تک گفتگو کرتے رہے جس میں یہ الفاظ قابل یاد رکھنے کے ہیں "مولانا
میں بھی شریف کا لڑکا ہوں پاجی نہیں ہوں تمام عمر آپ کے اس عنایت کو یاد رکھونگا
اور جہاں کہیں آپ تشریف لیجائیں ایک کارڈ مجھے ڈال دیجئے گا۔ فوراً حاضر خدمت
ہوا کروں گا آپ مجھے آزما لیجئے اس میں فرق نہ ہوگا۔"

جناب مولانا صاحب نے مولوی نثار احمد کی گفتگو اور صدر صاحب کے اصرار
اور نیز اس مصلحت پر نظر کر کے کہ اس مصالحت سے شیعوں کی سخت ذلت ہوگی
مصالحت منظور کر لی۔

مصالحت منظور ہو جانے کے بعد مولوی نثار احمد صاحب نے یہ خواہش کی کہ ایک
تحریر مجھے لکھ دیجئے کہ میں تم کو کافر نہیں سمجھتا۔ جناب مولاناؒ نے فرمایا کہ میں نے پہلے بھی
کبھی آپ کو کافر نہیں کہا تھا مجھے اس تحریر کے لکھ دینے سے انکار نہیں چنانچہ حسب ذیل

تحریر لکھکر حضرت ممدوح نے مولوی نثار احمد صاحب کو دی۔

جو عقائد دوران[1] مناظرہ میں اس وقت تک ان مسائل کے متعلق جن پر صدر صاحب نے بحث ختم کرا دی جناب مولوی نثار احمد صاحب کی طرف سے ظاہر ہوئے ہیں اگرچہ وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں بلکہ خلاف دلائل شرعیہ ہیں مگر انکی بنا پر ہم ان کو کافر و مشرک نہیں کہتے اور نہیں سمجھتے۔ اگر کسی نے عقائد[2] مذکورۂ بالا کی بنا پر ان کو کافر و مشرک کہا ہو تو ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ فقط۔

محمد عبد الشکور عفا عنہ

علمائے کرام کا ادنیٰ ترین خادم غلام علی متقی

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ

ایک تحریر مولوی نثار احمد صاحب نے بھی انھیں الفاظ میں لکھ کر دی اور مباحثہ ختم ہو گیا مولوی نثار احمد بڑے تپاک سے آکر بغلگیر ہوئے فیشیعہ جو ان کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اس صلح سے نہایت آزردہ ہو کر اسی وقت جلسہ سے اٹھ گئے۔

سبط رسول شیعہ جو سنی شیعہ کے مناظرۂ واقعہ امروہہ کے بانی و منتظم تھے جس پریشان صورت کے ساتھ اٹھ کر گئے وہ منظر قابل دید تھا۔

---

[1] دوران مناظرہ کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مولوی نثار احمد صاحب نے ہر مسئلہ میں رضا خانیوں کے اصل مسلک سے تنزل کر کے جو قول اپنا ظاہر کیا وہ بہت ہلکا قول ہے۔ ورنہ اصلی عقائد رضا خانیوں کے بد سے بد تر ہیں جن میں سے بعض پر شرک کا اطلاق بیجا نہیں ہے ۱۲۔

[2] عقائد مذکورہ یعنی ان عقائد کی بنا پر جو مناظرہ میں مولوی نثار احمد صاحب نے ظاہر کئے کسی نے ان پر کفر و شرک کا فتویٰ نہیں دیا مگر مولوی نثار احمد کے اصرار سے یہ جملہ لکھدیا گیا۔

مولوی نثار احمد نے بھی اس وقت انتہائے خلوص و وفاداری کا اظہار کیا چلتے وقت جب حضرت مولانا صاحبؒ سید علی متقی خاں صاحب سے ملنے گئے تو مولوی نثار احمد صاحب وہاں پہلے سے موجود تھے دروازہ تک حضرت مولانا کو لینے کے لئے آئے اور نہایت ارادتمندی کا اظہار کیا۔

مباحثہ تو ختم ہوگیا مگر اپنے بہترین اثرات سرزمین امروہہ کے لئے چھوڑ گیا اور امروہہ کی تاریخ میں ایک زریں واقعہ کا اضافہ کرگیا۔ والحمد للہ رب العالمین



فریقین کے اصرار پر صدر جلسہ مناظرہ جناب سید علی متقی خاں صاحب رئیس امروہہ نے اپنا فیصلہ لکھکر فریقین کو دیا۔ رضا خانیوں نے حسب عادت اس فیصلہ کو پورا نہ چھاپا اسکا اور بھی عمدہ اثر ہوا ہم اس فیصلہ کو بے کم وکاست بلفظ درج ذیل کرتے ہیں۔

جناب سید علی متقی خانصاحب رئیس امروہہ و صدر جلسۂ مناظرۂ امروہہ کی فیصلہ کن تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حجاز کے انقلاب[1] حکومت کے بعد سے جو خانہ جنگی اختلاف عقائد کی بنا پر ہندوستان کے حنفی المذہب مسلمانوں میں برپا ہے اس سے نہ صرف جدید تعلیم یافتہ طبقہ ہی متنفر ہے

[1] یعنی حکومت شریفی کے زوال کے بعد جب سے نجدیوں کا دور حکومت شروع ہوا اور رضا خانیوں کو یہ یقین ہوگیا کہ رشوتی فتوی علمائے حرمین شریفین کے اب نہ مل سکیں گے اور روافض کو جو مذہبی توقعات شریفی دور میں قائم ہوگئی تھیں ان کا مطلع بھی صاف ہوگیا ۱۲ زاہد حسن عفی عنہ

بلکہ خود علمائے کرام اور خالص مذہبی جماعت کے وسیع النظر اور موقع شناس حضرات
کی اکثریت بھی بیزار ہے جن کو اس امر کا کچھ احساس ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو
اس وقت کیسے سخت مذہبی اور سیاسی مقابلے اغیار سے پیش آرہے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ عوام الناس اور جہلا کی ناعاقبت اندیشی اور جاہلانہ گروہ بندیوں
نے باہمی تعلقات میں خطرناک بے لطفی اور باہمی نفرت پیدا کر دی ہے مگر بہر حال علما کی
ایک مختصر جماعت بخوشی یا بمجبوری اس میں مشغول و منہمک ہے، مختلف مقامات پر علمائے
کرام کے درمیان مذہبی دنگل قائم ہوتے رہتے ہیں اور فریقین کی جانب سے اشتہار بازی
رسالہ نویسی کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس کو مسلمانوں کی کوئی مذہبی و قومی مصیبت اب تک
نہیں روک سکتی بدقسمتی سے امروہہ میں بھی کچھ نیم مذہبی لوگوں کا شغل صرف اور محض یہی
چھیڑ چھاڑ قرار پا گیا ہے اور سونے پہ سہاگے کا کام ایسے بفکروں کی سرگرمیاں دے رہی
ہیں جو نہ دین کے نہ دنیا کے۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھے اس سے کسی وقت کوئی دلچسپی نہیں ہوئی اور نہ آج تک
اس جنگ کا تماشائی ہوں میں نے کسی فریق کی موافقت یا مخالفت میں کوئی حصہ نہیں لیا
لیکن امروہہ میں جو مناظرہ جناب مولوی نثار احمد صاحب کانپوری اور جناب مولوی
محمد عبد الشکور صاحب لکھنوی کے درمیان ہوا اس کا صدر مجھکو منتخب کیا گیا
اور میں نے سخت اصرار کے بعد اس خیال اور امید سے اس کو منظور کیا کہ شاید کوئی
موقع اس جنگ و جدال کے التوا یا کسی عارضی مصالحت کا مجھکو حاصل ہو جائے۔
عارضی اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ نیم مذہبی مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی ختم نہ ہوگی۔
انعقاد مناظرہ کے ابتدائی اسباب و واقعات کا نہ مجھکو پورا علم اور نہ ان کے

بیان کرنے کی مجھکو ضرورت البتہ اتنا جانتا ہوں کہ جناب مولوی نثار احمد صاحب نے اپنی تقریروں میں یہ اعلان فرمایا کہ اگر مولوی عبد الشکور صاحبؒ مناظرہ کے لئے میرے مقابلہ پر آجائیں تو قبل اسکے کہ مناظرہ شروع ہو اور بلا لحاظ اسکے کہ مناظرہ کا کوئی نتیجہ ہو محض ان کے آجانے اور یہ کہدینے پر کہ میں مناظرہ کے لئے تیار ہوں میں اپنی جیب[۱] سے ان کو پچاس روپیہ دوں گا۔ اسکے بعد بہت جلد[۲] وہ وقت آگیا کہ جناب مولوی محمد عبد الشکور صاحب امروہہ تشریف لے آئے اور جامع مسجد میں مناظرہ کا وہ جلسہ شروع ہوا جس میں دونوں حضرات ایک دوسرے کے مقابل بحیثیت مناظر بیٹھے۔

سب سے پہلے روپیہ کا مطالبہ ہوا اور فریقین کی دو ایک مختصر تقریروں کے بعد جناب مولوی نثار احمد صاحب کی طرف سے پچاس روپیہ جناب مولوی محمد عبد الشکور صاحبؒ کو دیئے گئے۔ یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ یہ رقم مولوی محمد عبد الشکور صاحبؒ نے نہیں لی بلکہ ان کے فریق کے ایک ذمہ دار رکن مولوی سید کاظم علی صاحب نے لی اور مولانا محمد عبد الشکور صاحبؒ نے یہ اعلان اسی وقت فرمایا کہ میں اس رقم میں سے ایک پیسہ

---

[۱] لیکن یہ روپیہ مولوی نثار احمد صاحب کی جیب سے نکلا یا غریب اہل امروہہ کے سر پڑا خود جناب صدر کا کلام مابعد کہ مولوی نثار احمد صاحب کی طرف سے الخ" اسپر کافی روشنی ڈالتا ہے ۱۲ زاہد حسن۔

[۲] مگر یہ وقت اس طرح آیا کہ جناب مولانا صاحبؒ کو مولوی نثار احمد صاحب کے ان شر انگیز اعلانات کی پے در پے اطلاعات دیکر استدعائی تشریف آوری کی گئی اور آپ نے یہ کہکر ان اطلاعات کو پس پشت ڈال دیا کہ مجھے ان اعلانات کی کچھ پروا نہیں وہ جو اعلان چاہے دیں اور جس کا جی چاہے ان کے اعلان پر یقین کرلے مگر اسکے بعد ہی یہ غیبی سامان ہوا کہ ایک تقریب امروہہ میں ہوئی اور اس میں مولانا صاحب تشریف لائے اور یہ مناظرہ پیش آگیا جیسا کہ میں روداد کے دیباچہ میں بیان کر چکا ہوں ۱۲۔ زاہد حسن۔

نہ ہوگا بلکہ امروہہ ہی کی مذہبی اور علمی ضروریات میں صرف ہوگی۔ اس امر کا فیصلہ خود فریقین پر چھوڑ دینا چاہیے کہ اس رقم کو نذرانہ کہا جائے یا جرمانہ یا کیا۔

میرے نزدیک اس مذہبی معاملہ میں مبلغ علیہ السلام کا تذکرہ اور لیس دین از اول تا آخر نہایت معیوب[1] تھا بہر حال اگر فریقین کے دلائل[2] یا اس لیس دین کے متعلق سنے جائیں تو یہ عجیب بات ہے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ خوش[3] ہیں۔ یہ مناظرہ چھ یوم تک رہا اور جس طرح ختم ہوا اس کی کچھ تفصیل میں اپنی ایک تحریر میں ظاہر کی ہے جو حکیم اسرار الحق[4] صاحب کے ایک اشتہار میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے درج کی گئی ہے۔

میں نے اپنی طرف سے اس مناظرہ کے حالات و واقعات پر کوئی رائے زنی کرنا کسی وقت مناسب نہیں خیال کیا مگر وہ تحریر میری طرف سے اس وجہ سے دی گئی کہ حکیم اسرار الحق صاحب کی طرف سے تحریرات کا سلسلہ شروع ہوا اور انھوں نے ایک اشتہار میں اس مناظرہ کے واقعات کچھ اس طرح دکھلائے جو درحقیقت ایک آزاد اور منصف مزاج باخبر آدمی کی نظر میں صحیح نہیں سمجھے جا سکتے تھے، اس کا جواب دوسری طرف سے ہوا اور مولوی سید کاظم علی صاحب کا ایک اشتہار شائع ہوا جس میں واقعات مناظرہ پر اسی طرح رائے زنی کی گئی جس طرح کسی فریق کے وکیل اور پیروکار خاص سے

---

[1] لیکن مبلغ علیہ السلام ہی نے اس مناظرہ کا غیر معمولی اثر اس شرعت کے ساتھ اس سرے سے اس سرے تک پہونچا دیا ۱۲ زاہد حسن [2] لیکن ایک فریق کی خوشی محض زبانی اظہار ہے، اور وہ بھی بمقابلہ غیا کما لا یخفی علی اهل الابصار ۱۲ زاہد حسن [3] حکیم اسرار الحق مختار رضا خانیوں کی طرف سے گویا بانی مناظرہ یا بانیان مناظرہ (یعنی شیعہ صاحبان) کے آلہ کار تھے۔ زاہد حسن [4] مگر حکیم اسرار الحق نے اپنا فرض یہ سمجھا کہ جناب ممدوح کی اس تحریر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور جن ٹکڑوں کو اپنے موکلوں کے لئے زیادہ مضر سمجھا ان کو حذف کر دیا ۱۲ زاہد حسن

توقع نہ جا سکتی ہے۔ ان دونوں اشتہارات میں واقعات مناظرہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا تھا وہ بڑی حد تک میرے نزدیک خلاف واقعہ تھا اور اس کی مختصر تردید میں نے اس تحریر کے ذریعہ سے اپنا فرض سمجھ کر کی۔

اب زاہد حسن صاحب کی طرف سے اس مناظرہ کی ایک روداد شائع ہو رہی ہے جس کا کچھ حصہ[1] مجھکو دکھایا گیا ہے اور مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ جس قدر حصہ میں نے اس روداد کا دیکھا اس کی نسبت اپنی تصدیقی تحریر حافظ صاحب موصوف کو اس روئیداد میں شامل کرنے کی غرض سے دوں۔ ظاہر ہے کہ میری رائے صرف اسی حصہ کے متعلق ہو سکتی ہے جو میری نظر سے گزرا ہے اور میں کسی فریق کے خوف یا خوشنودی مزاج کا خفیف لحاظ کئے بغیر یہ لکھنے کے لئے تیار ہوں کہ

(۱) مولانا محمد عبدالشکور صاحب ہرگز اس مناظرہ کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے اور اگر ان کے احباب و معتقدین ان کو سخت مجبور نہ کرتے تو وہ ہرگز مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوتے۔ اس لئے نہیں کہ ان کو مولانا نثار احمد صاحب سے بحث میں شکست کھانے کا خوف تھا یا وہ اپنے عقائد کو بہترین طریقہ سے ثابت کرنے سے قاصر تھے بلکہ محض اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے غیر ضروری اختلافات کے مہلک نتائج کو سمجھتے ہیں اور بجائے مسلمانوں سے (بحث[2]) کرنے کے دشمنان اسلام کے حملوں کی مدافعت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

(۲) چھ روز تک جو کچھ بحث اختلافی مسائل پر ہوئی اس میں مولانا محمد عبدالشکور صاحب

---

[1] یہ حصہ ابتدائی ۳۲ صفحہ تھا جس کی کاپی ہو چکی تھی ۱۲۔ زاہد حسن۔

[2] اس مقام پر غالباً لفظ بحث جناب صدر کے قلم سے چھوٹ گئی ۱۲

بہت غالب رہے اور جس قدر مسائل پر مختتم یا غیر مختتم بحث ہوئی ان میں سے کسی ایک کی نسبت بھی مولانا شاہ نثار احمد صاحب یہ نہ ثابت کر سکے کہ اس میں جو لوگ ان کے ہم عقیدہ و ہم خیال نہیں ہیں وہ دائرہ اسلام یا گروہ اہل سنت سے خارج سمجھے جانے کے قابل ہیں، یہ کہنا کہ مولوی محمد عبد الشکور صاحب اپنی کمزوری کی وجہ سے صلح پر آمادہ ہوئے سراسر لغو[1] اور غلط ہے۔

(۳) اس میں کچھ شک نہیں کہ مولانا محمد عبد الشکور صاحبؒ نے اپنی بحث میں غلط اور غیر متعلق حوالہ جات دینے سے انتہائی احتیاط کی اور ان کا کوئی حوالہ چھ روز کی بحث میں غلط نہیں ثابت ہوا لیکن مولانا نثار احمد صاحب کے حوالہ جات میں ان کے کسی مشیر کی نالائقی یا حافظہ کی کمزوری سے بعض حوالہ جات ثابت نہ ہو سکے۔ اور فریق ثانی کے سخت تقاضا اور مطالبہ پر بھی کتابوں میں ان کی تلاش ہی ہوتی رہی

(۴) یہ بھی ضرور ہے کہ مولانا شاہ نثار احمد صاحب کی تقریر اور بحث کا زیادہ حصہ مسئلہ زیر بحث سے غیر متعلق ہوتا تھا اور مولانا محمد عبد الشکور صاحبؒ کی کوئی تقریر مبحث سے باہر نہیں گئی۔ اس لئے مولانا مقدم الذکر کو قلت وقت کی ہمیشہ شکایت رہی اور اس کی کبھی نوبت نہیں پہونچی کہ مجھکو مولانا محمد عبد الشکور صاحبؒ سے اختتام وقت معینہ پر تقریر ختم کرنے کے لئے اصرار کرنا پڑا ہو۔

---

[1] بلکہ اس نمایاں غالبیت کی حالت میں ان کا صلح پر راضی ہو جانا انتہائی نیک نفسی اور نیک نیتی کی دلیل ہے اور کیوں نہ ہو جس سلسلہ عالیہ کے ایک بڑے پیشوا (یعنی حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ کہا ہو کہ ؎

آن کشتہ ہیچ حق محبت ادا نہ کرد   کز بہر دست و بازو قاتل دعا نہ کرد

اس سلسلہ کے متوسلین سے ایسی نیکیاں کچھ بھی غیر متوقع نہیں ہیں ۱۲ زاہد حسن

(۵) یہ بھی صحیح ہے کہ مولانا شاہ نثار احمد صاحب اپنی تقریریں کبھی کبھی ایسے سخت اور ناقابل برداشت جملے کہہ گزرتے تھے کہ فریق مقابل میں اشتعال پیدا ہو جاتا تھا میں گھبرا اٹھتا تھا اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے مجھ کو سخت جدوجہد کرنا پڑتی تھی یہاں تک کہ خود شاہ صاحب موصوف بعض اوقات اپنے فقرات پر اظہار ندامت فرماتے اور معافی مانگتے تھے۔

مولانا محمد عبدالشکور صاحبؒ نے اشتعال پیدا کرنے والے اور دل آزار جملے کبھی نہیں استعمال کئے اور ان کی تقریر سے غصہ یا اشتعال کبھی نہیں ظاہر ہوا۔ ان کے تمام الفاظ نہایت سنجیدہ اور نرم ہوتے تھے اور دونوں حضرات کے طرز تقریر اور لہجہ میں ایک عظیم الشان فرق تھا۔

(۶) مسئلہ قیام میلاد میں مولانا شاہ نثار احمد صاحب کی بحث کا نتیجہ یہ تھا کہ قیام کرو تو الحمد للہ اور نہ کرو تو الحمد للہ نہ کرنے والوں کے گنہگار ہونے کی کوئی دلیل انھوں نے پیش نہیں کی۔ جوابی تقریر میں مولانا محمد عبدالشکور صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ جب آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ قیام کرو تو الحمد للہ اور نہ کرو تو الحمد للہ تو یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ مسئلہ قیام بھی ان مسائل میں ہے جن پر آپ کے نزدیک اہلسنت ہونے کا دار و مدار ہے۔
مجھ کو امید ہے کہ میری یہ تحریر بغیر کسی خفیف تحریف[1] اور کسی لفظ کی کمی بیشی کے نیز کتابت کی صحت کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے درج کی جائے گی۔

خاکسار علی متقی امروہوی ۲۵ر جنوری ۲۸ء

---

[1] چونکہ جناب مسعود رضا خانیوں کی کارروائیاں دیکھ چکے ہیں خدا حکیم اسحاق حسن نے اپنے اشتہار میلاد کی تحریر میں تحریف کی اور بعض جملوں کو حذف کر دیا نیز مولوی نثار احمد کو انھوں نے دیکھا کہ ایام مناظرہ میں

(باقی صفحہ ۹۵)

مباحثہ کے بعد کے کچھ عبرت انگیز حالات

الحمد للہ اس مباحثہ کا نتیجہ بہت اچھا رہا لوگوں پر حق منکشف ہو گیا بہت لوگ راہ راست پر آ گئے اور اب انشاء اللہ امروہہ میں فتنہ رضاخانیت کبھی سر نہ اٹھائے گا۔

سب سے زیادہ عبرت آموز واقعہ یہ ہوا کہ امروہہ کے شیعہ جنھوں نے ابتدا میں رضاخانیوں کو خدا جانے کیا کیا سبز باغ دکھلائے تھے اور ان کو اپنا آلہ کار بنایا تھا حتی کہ شیعوں نے اپنا ایک قدیم مدرسہ جس کے متولی و مالک سبط رسول صاحب ایک مشہور متعصب شیعہ ہیں ان رضاخانیوں کے حوالہ کر دیا اس مدرسہ کا ذکر بڑے فخر و مباہات کے ساتھ سواد اعظم مورخہ ماہ محرم سنہ ۴۵ھ میں کیا گیا ہے رضاخانی مولوی بھی وقتاً فوقتاً امروہہ میں آتے تھے شیعوں ہی کے یہاں ٹھیرتے تھے اور انھیں کے دستر خوان سے شکم پروری فرمایا کرتے تھے مولوی حشمت علی بھی جو مفتی جامعہ رضویہ کہے جاتے ہیں

(باقی صفحہ ۹۴ کا) کتابوں کے جھوٹے حوالے دیتے تھے کتابوں کی عبارت پڑھنے میں قطع و برید کرتے تھے لہٰذا بمقتضائے "مار گزیدہ از ریسماں می ترسد" انھوں نے ہم لوگوں سے تحریف نہ کرنے کی تاکید فرمائی لیکن واضح رہے کہ اہل حق کو کبھی ایسی کارروائیوں کی ضرورت نہیں ہوتی اگر آپ ہمارے خلاف بھی کوئی فیصلہ کر دیتے تو کبھی ہم ایسا نہ کرتے اہل باطل کو البتہ اپنے مذہب کی حمایت کے لئے قدم قدم پر ایسی ناپاک کارروائیوں کی حاجت ہوتی ہے چنانچہ آپ ہر باطل فرقہ میں اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں ۱۲۔ زاہد حسنی۔

شیعوں کے نمک خوار ہو چکے ہیں۔ غرض یہ سب کچھ ہوا اور شیعہ و رضا خانی شیر و شکر کی طرح مل گئے۔ مگر اس مباحثہ میں رضا خانیوں نے شیعوں کی مرضی کے خلاف جو مغلوبانہ صلح کر لی تو شیعہ سخت ناخوش ہو گئے اور ابھی چند ماہ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ انھوں نے اپنا انتقامی جوش اس صورت میں نکالا کہ رضا خانیوں کے مجدد اور امام مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا ایک پرانا رسالہ ردالرفضہ تھا اس کا جواب امروہہ کے شیعوں نے لکھا اور اس کا نام ارغام الکفرہ رکھا۔

اس ناپاک رسالہ ارغام الکفرہ میں علاوہ اس کے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کو گالیاں دی گئی ہیں اور ان کو شیعوں کے مکارم و انعامات کا مرہون ظاہر کیا گیا ہے خاص کر نواب صاحب رامپور کے یہاں ان کا بلغمی ہونا بیان کیا گیا ہے صحابہ کرام کی شان میں اس قدر گستاخیاں کی گئی ہیں کہ کوئی شریف انسان ان کو سننا پسند نہیں کر سکتا۔ مقام عبرت تو یہ ہے کہ ارغام الکفرہ کی اشاعت کے بعد بھی رضا خانیوں کو غیرت نہ آئی اور کسی کے کانوں پر جوں نہ رینگی۔ منجانب گورنمنٹ اس ناپاک رسالے پر مقدمہ چلا اور اس مقدمہ میں شروع سے آخر تک جو کچھ کیا ہمیں لوگوں نے کیا۔

رضا خانیوں کے صرف ایک صاحب ہمارے ساتھ اس مقدمہ کی پیروی میں شریک تھے مگر ان کو رضا خانی کہنا بھی ظلم ہے۔ پیشتر وہ بیشک رضا خانی تھے۔ مگر اس مباحثہ کے بعد ہرگز وہ رضا خانی نہیں رہے، یا اب اپنی رضا خانیت کا اعلان نہیں کرتے واللہ اعلم۔

اس واقعہ کے بعد اب رضا خانیوں کی وہی حالت ہوئی جو اس عورت کی

تھی جس نے یزید سے شادی ہو جانے کی طمع میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر بھی دیا اور پھر بھی یزید کے ساتھ شادی نصیب نہ ہوئی۔ خدا ان بیچاروں کی حالت پر رحم کرے۔ آمین۔

تتمّہ

مولوی نثار احمد صاحب کا نامبارک فتویٰ

اور

اسکے متعلق ایک خط اور اُس کا جواب

مولوی نثار احمد صاحب نے مباحثہ امروہہ کے بعد رضاخانیوں میں پھر اپنی گئی ہوئی عزت حاصل کرنے کے لئے جو تدابیر کیں ان میں ایک قابل تعریف کارروائی یہ کی کہ رسالہ حیل مسئلہ جس کو جناب مولوی محمد عمر صاحب انصاری نے حضرت مولانا شیخ عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۃ الفتاوی سے منتخب کر کے شائع کیا تھا اس کا جواب لکھا اور اس جواب کو برعکس نام نہند زنگی کافور۔ مبارک فتوے کے نام سے موسوم کیا۔

اس مبارک فتوی کے متعلق ایک صاحب نے حضرت مولانا مولوی محمد عبدالشکور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں استفتا بھیجا اور حضرت رحمۃ اللہ نے اسکا مفصل جواب دیا۔ اس جواب میں چونکہ بہت مفید باتیں آگئی ہیں اس سلئے اس رو داد کی تکمیل کیلئے اسکا شائع کرنا مناسب معلوم ہوا۔

استفتاء

کمترین خادم ــــــــ بعد سلام مقرون بہ الوف اکرام خدمت فیض درجت میں عرض رساں ہے کہ مولوی نثار احمد کانپوری کا رسالہ موسوم بہ مبارک فتوی نظر انور سے گذرا یا نہیں احتیاطاً منسلکہ ہذا ارسال خدمت ہے یہاں اس رسالہ کی وجہ سے ناواقفوں کے گمراہ ہوجانے کا اندیشہ ہے اس لئے حسب ذیل سوالات خدمت بابرکت میں پیش کئے جاتے ہیں جستہ للہ جواب باصواب سے مشرف فرمائیے جواب تشفی بخش ہونا چاہئے۔

(۱) سنا گیا ہے کہ مولوی نثار احمد صاحب پنجاب کے کسی پیر صاحب کے مرید ہیں اور وہ صاحب سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں ہیں آیا یہ صحیح ہے یا نہیں اگر یہ صحیح ہے تو کیا امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات میں کچھ مضامین ایسے ہیں جن سے بدعات کی تائید ہوتی ہو۔

(۲) سب سے بڑا اعتراض مولوی نثار احمد کا چہل مسائلہ پر یہ ہے کہ اس کے مندرجہ مضامین حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۃ الفتاوی کے خلاف ہیں حوالہ بالکل غلط دیا گیا ہے کیا یہ اعتراض ٹھیک ہے چہل مسائلہ بھی ملفوف ہذا

ارسال خدمت والا ہے۔

(۳) مبارک فتوے کے شروع میں ایک حدیث لکھی ہے کہ جن چیزوں کی شارع نے ممانعت نہ کی ہو وہ سب چیزیں جائز و مباح ہیں کیا یہ حدیث صحیح ہے اور کیا اس کا وہی مطلب ہے جو مبارک فتوے کے مؤلف نے مراد لیا ہے نیز حدیث من سن سنۃ حسنۃ کا کیا مطلب ہے کیا اس سے بدعت کا حسنہ ہونا ثابت ہوتا ہے

(۴) مبارک فتوے میں جن کتابوں کے یا علما کے حوالے دیئے گئے ہیں کیا وہ حوالے صحیح ہیں بالخصوص حسب ذیل مسائل ہیں۔

الف۔ قیام میلاد کو علمائے حنفیہ شافعیہ نے اپنی کتابوں میں مستحب لکھا ہے اور علمائے حنبلیہ اس کو واجب کہتے ہیں۔

ب۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مجموعۃ الفتاوی کی جلد سوم میں مولود شریف کو باعث برکت لکھا ہے اور بدعت کی دو قسمیں بیان کی ہیں حسنہ اور سیئہ اور قیام میلاد کو بدعت حسنہ اور مباح قرار دیا ہے۔

ج۔ صاحب ہدایہ نے قیام میلاد کو جائز بتایا ہے اور لکھا ہے کہ وعلیہ عمل اھل الحرمین۔

د۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب انتباہ میں ندائے غیر اللہ کا اور وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کو جائز اور مفید مقاصد بتایا ہے۔

جواب از حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

باسمہٖ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کے سوالات کے جوابات علی الترتیب عرض کئے جاتے ہیں خداوند کریم ان جوابات کو تشفی بخش بنائے۔

جواب سوال اول مجھے اس کی تحقیق نہیں کہ وہ کس سلسلہ میں اور کس کے مرید ہیں مگر جو کچھ آپ نے سنا اگر صحیح ہو تو بھی کچھ تعجب نہیں جب کہ مسلمان ہو کر اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی ہو سکتی ہے اور ہو رہی ہے اپنے کو حنفی کہکر فقہ حنفی کے خلاف عمل کیا جا رہا ہے فتوے دیئے جا رہے ہیں تو پھر اپنے کو مجددی کہکر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے خلاف کرنے میں کیا استعجاب و استبعاد ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اکابر اولیاء اللہ اور اعاظم عرفا و علمای اہلسنت و جماعت سے ہیں ان کے مکتوبات قدسی آیات میں بدعت کی تائید استغفر اللہ ثم استغفر اللہ اتباع سنت کا حرص اور بدعات سے نفرت اِن کے خصائص فاضلہ میں سے ہے ان کے زمانے میں بعض علما بدعت کی دو قسمیں بیان کرتے تھے حسنہ اور سیئہ اگرچہ ان علمانے بدعت بمعنی لغوی کی یہ دو قسمیں بیان کی تھیں نہ شرعی کی لیکن حضرت امام ربانی کو یہ بھی سخت ناگوار گزرا اور متعدد مکتوبات میں بڑے شد و مد سے اس کا تذکرہ فرمایا اور حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے بڑا کام کیا اور مصالح شریعت کو خوب سمجھا بدعت کو حسنہ کہنا اگرچہ وہ بدعت لغوی ہو بدعت کی طرف سے نفرت کا کم کرنا ہے اور ارتکاب بدعات کا دروازہ کھولنا چند اقتباسات مکتوبات شریف کے حسب ذیل ہیں۔

دفتر اول حصہ سوم ص۲ و ص۳ میں ایک بڑا مکتوب بنام خواجہ عبدالرحمن مفتی ملک کابل ہے پورا قابل اشاعت ہے بعض فقرات یہ ہیں۔

از حضرت حق سبحانہ وتعالی بتضرع وزاری التجا وافتقار وذل وانکسار وسر وجہار سُالت می نماید کہ ہرچہ دریں محدث ست ومبتدع گشتہ کہ در زمان خیر البشر وخلفاء راشدین او نبودہ علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات۔ اگرچہ آن چیز در روشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را با جمعے کہ با او ستند اند گرفتار عمل آن محدث نگردانا و مفتون حسن آن مبتدع نہ کناد۔ بحرمۃ السید المختار والہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

حضرت حق سبحانہ وتعالی سے تضرع وزاری اور التجا وافتقار اور عاجزی وانکسار کیساتھ ظاہر وآشکارا میں یہ دعا مانگتا ہوں کہ جو باتیں دین میں نئی پیدا ہو گئی ہیں اور ایسی ایجاد کی گئی ہیں کہ خیر البشر اور انکے خلفائے راشدین کے زمانے میں نہ تھیں علیہ وعلیہم السلام اگرچہ وہ چیزیں روشنی میں مثل سفیدۂ صبح کے ہوں اس ضعیف کو مع ان لوگوں کے جو اس ضعیف کیساتھ تعلق رکھتے ہیں ان نئی باتوں کے ارتکاب میں مبتلا نہ کرے اور اس نئی بات کے حسن پر مفتون نہ بنائے بحرمت سید مختار وآلہ الابرار علیہ وعلیہم السلام۔

گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع ست حسنہ وسیئہ حسنہ آن عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آن سرور وخلفائے راشدین علیہ وعلیہم من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد ورفع سنت نہ نماید وسیئہ

لوگوں نے کہا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیئہ۔ حسنہ اس نیک کام کو کہتے ہیں جو بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے پیدا ہوا ہو اور کسی سنت کو زائل

آنکہ رافع سنت باشد این فقیر در ہیچ بدعتے ازیں بدعتہا حسن و نورانیت مشاہدہ نمی کند و جز ظلمت و کدورت احساس نمی نماید۔

نہ کرے اور سیئہ وہ کام ہے جو کسی سنت کو زائل کر دے۔ یہ فقیر ان بدعتوں میں حسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا اور سوا ظلمت اور کدورت کے اس میں کچھ احساس نہیں کرتا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

سید البشر مے فرماید علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد چیزیکہ مردود باشد حسن از کجا پیدا کند۔

سید البشر صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ہمارے دین میں ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس دین میں سے نہیں ہے تو وہ چیز مردود ہے۔ جو چیز مردود ہو اس میں حسن کہاں سے ہو سکتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:۔

ہرگاہ ہر محدث بدعت باشد و ہر بدعت ضلالت پس معنی حسن در بدعت چہ بود و ایضاً آنچہ از احادیث مفہوم می گردد آں ست کہ ہر بدعت رافع سنت است تخصیص بہ بعض ندارد پس ہر بدعت سیئہ بود۔

جبکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے تو بدعت کے حسنہ ہونے کے کیا معنی۔ نیز جو کچھ احادیث سے سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر بدعت کسی نہ کسی سنت کی زوال کا سبب ہوتی ہے اس میں کسی بدعت کی تخصیص نہیں لہذا ہر بدعت سیئہ ہے۔

دفتر اول حصہ چہارم صـ۱۴۶ پر ایک مختصر مکتوب کے چند فقرات یہ ہیں۔

سنت و بدعت ضد یکدیگراند وجود یکے
مستلزم نفی دیگرے ست پس احیاے یکے
مستلزم اماتت دیگرے بود احیاے سنت
موجب اماتت بدعت ست وبالعکس۔
پس بدعت را حسنہ گویند یا سیئہ مستلزم
رفع سنت ست مگر حسن نسبی اعتبار کردہ
باشند کہ حسن مطلق آنجا گنجایش ندارد چہ
جمیع سنن مرضی حق جل سلطانہ
واضداد آنہا مرضیات شیطان۔ امروز ایں
سخن بواسطہ شیوع بدعت براکثرے
گراں ست اما فردا معلوم خواہند کرد کہ
ما برہدایتیم یا ایشاں۔

سنت اور بدعت ایک دوسرے کی
ضد ہیں ایک کے وجود سے دوسرے کی نفی
لازم آتی ہے ایک کا جاری کرنا دوسرے
کے موقوف کرنے کو مستلزم ہے سنت
کے اجرا سے بدعت زائل ہوتی ہے وبالعکس
لہذا بدعت کو حسنہ کہیں چاہے سیئہ کہیں
ہرحال میں سنت کے مٹنے کا سبب بنتی
ہے شائد بدعت میں حسن اضافی مراد لیا
ہو ورنہ حسن حقیقی کی بدعت میں گنجائش
نہیں سنتیں سب حضرت حق جل شانہ
کی پسندیدہ ہیں اور سنتوں کی ضد شیطان
کی پسندیدہ ہیں۔ آج بوجہ بدعت کے
رواج عام کے یہ بات بہت لوگوں پر
گراں ہے لیکن کل معلوم ہوگا کہ ہم ہدایت
پر ہیں یا یہ لوگ۔

دفتر دوم حصہ ششم ص۷۴ ایک عربی مکتوب کے چند فقرات یہ ہیں۔

فالبدعة كيف كانت تكون رافعة
للسنة نقيضة لها فلا خير فيها ولا
حسن فيها وليت شعري من اين

بدعت جیسی بھی ہو سنت کی مٹانے
والی اور سنت کی نقیض ہے لہذا بدعت
میں کوئی خیریت نہیں نہ اس میں کوئی حسن ہے

حکموا بحسن البدعة المحدثة فی
الدین الکامل والاسلام المرضی
بعد اتمام النعمة ولم یعلموا
ان الاحداث بعد الاکمال والاتمام
وحصول الرضا بمعزل من الحسن
فماذا بعد الحق الا الضلال ولو علموا
ان الحکم بحسن المحدث فی الدین
الکامل مستلزم لعدم کماله ومبنیٌ
عن عدم تمام النعمة لما
اجترء وا علیه۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو بدعت دین
کامل اور اسلام پسندیدہ میں بعد اتمام نعمت
کے نکالی جائے اس کے حسنہ ہونے کا حکم
لوگوں نے کس طرح لگایا اور انھوں نے
یہ خیال نہ کیا کہ بعد کامل اور کمال ور پسندیدہ
ہونے کے نئی بات نکالنا کس طرح اچھا قرار
پا سکتا ہے بعد حق کے سوا گمراہی کے اور کیا
ہے کاش وہ لوگ سمجھ لیتے کہ دین کامل
میں نئی نکالی ہوئی چیز کو حسنہ کہنا دین کے
ناکامل اور نعمت کے ناتمام کو مستلزم ہے تو
بدعت کو حسنہ کہنے کی جرأت نہ کرتے۔

دفتر دوم حصہ ششم م۵۶ و م۵۷ و م۵۸ و م۵۹ پر ایک بڑا مکتوب پورا قابل
اشاعت ہے چند فقرات حسب ذیل ہیں:۔

اما این فقیر دریں مسئلہ با ایشاں موافقت
ندارد و ہیچ فرد بدعت را حسنہ نمی داند و جز
ظلمت و کدورت دراں احساس نمی نماید
قال علیہ الصلوٰة والسلام کل
بدعة ضلالة و می باید کہ دریں غربت
وضعف اسلام سلامتی منوط باتیان سنت ست

لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان کے ساتھ
موافق نہیں ہے اور کسی فرد بدعت کو حسنہ
نہیں جانتا اور بدعت میں سوا ظلمت و
کدورت کے اور کچھ احساس نہیں کرتا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ہر بدعت ضلالت ہے اس غربت اور

خرابی مربوط بتحصیل بدعت ہر بدعت
کہ باشد۔ بدعت را در رنگ کلند می داند
کہ ہدم بنیاد اسلام می نماید و سنت را
در رنگ کوکب درخشاں می یابد کہ در شب
دیجور ضلالت ہدایت می فرماید علمائے
وقت را حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ توفیق
دہاد کہ کس ہیچ بدعت لب نکشایند و
باتیانِ ہیچ بدعت فتویٰ ندہند اگرچہ
آں بدعت در نظر ایشاں در رنگ فلق صبح
روشن در اید چہ تسویلات شیطان را
در ماورای سنت سلطان عظیم ست۔

ضعیف اسلام کے زمانہ میں سلامتی سنت
کی پیروی ہے اور خرابی بدعت کے ارتکاب
کے ساتھ وابستہ ہے جو بدعت بھی ہو یہ
فقیر بدعت کو مثل بیلچہ کے جانتا ہے جو
بنیاد اسلام کو گراتا ہے اور سنت کو مانند
چمکدار ستارے کے جانتا ہے۔ جو گمراہی کی
شب تاریک میں ہدایت کرتا ہے اللہ
تعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ وہ
کسی بدعت کے حسنہ ہونے کا لفظ زبان
سے نہ نکالیں اور کسی بدعت کے جواز کا
فتویٰ نہ دیں اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں
مثل سفیدہ صبح کے روشن معلوم ہو کہ
کیونکہ شیطانی فریب کو سنت کے ماسوا
میں بہت بڑا غلبہ حاصل ہو جاتا ہے

پھر فرماتے ہیں۔

وصوفیہ وقت نیز اگر بر سر انصاف بایند و
ضعف اسلام وافشای کذب را ملاحظہ
کنند باید کہ در ماورای سنت تقلید پیران
خود نہ کنند و امور مخترعہ را بہ بہانہ عمل

ہمارے وقت کے صوفی بھی اگر انصاف
کریں اور ضعف اسلام اور رواج کذب
کا لحاظ کریں تو چاہیے کہ ماسوائے سنت
میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں اور نئی

شیوخ دیدن خود نگیرند۔ اتباع سنت
البتہ منجی ست و مثمر خیر و برکات و در تقلید
غیر سنت خطر در خطر ست و ما علی الرسول
الا البلاغ پیران مارا حضرت حق سبحانہ و
تعالیٰ از ما جزائے خیر دہاد کہ ما واپس ماندگان
را باتیان امور مبتدعہ دلالت نہ کردند و بہ
تقلید خود ہا در ظلمات مہلکہ نینداختند و جز
بمتابعت سنت راہ نہ نمودند۔ و غیر از
اتباع صاحب شریعت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ
والسلام والتحیۃ و غیر از عمل بعزیمت ہدایت
نہ فرمودند لاجرم کارخانہ ایں بزرگواران
بلند آمد و پیش طاق وصول ایشاں مرتفع
گشت ایشاں اند کہ سماع و رقص را بہ پشت
پا زدہ اند و وجد و تواجد را بانگشت شہادت
دو نیم ساختہ۔

نکالی ہوئی باتوں کو اس حیلہ سے کہ انکے
پیروں نے اس پر عمل کیا ہے اپنا شیوہ نہ بنائیں
سنت کی پیروی یقیناً موجب نجات اور
باعث خیر و برکات ہے اور ماسوا سنت کی
تقلید میں خطرہ در خطرہ۔ رسول پر پہونچا دینا
فرض ہے حق تعالیٰ ہمارے پیروں کو ہماری
طرف سے جزائے خیر دے کہ انھوں نے ہم
لوگوں کو بدعت کے ارتکاب کی ہدایت نہیں
اور اپنی تقلید کا حکم دیکر ہمکو ہلاک کرنے
والی تاریکیوں میں نہیں ڈالا اور سوائے
پیروی سنت کے اور کچھ حکم ہمکو نہیں دیا اور
سوائے فرمانبرداری صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے سوا اور عزیمت پر عمل کرنیکے اور
کچھ ہدایت ہمکو نہیں فرمائی اسی وجہ سے ان
بزرگوں کا کارخانہ بہت بلند ہوا اور ان کی
چوکھٹ بہت اونچی ہوئی یہ ہمارے ہی پیران
عظام ہیں جنھوں نے سماع اور رقص کو
ٹھوکر ماردی اور وجد و تواجد کو انگشت
شہادت سے دو ٹکڑے کر دیا۔

پھر طریقہ نقشبندیہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بالجملہ نظر ہمت بزرگواران ایں طریقہ علیہ بس بلند افتادہ است بہر زراقے ورقاصے نسبت ندارند۔

خلاصہ یہ کہ اس طریقہ عالیہ (یعنی نقشبندیہ) کے بزرگوں کی نظر بہت بلند ہے ہر مکار ناچنے والے سے انکو کوئی نسبت نہیں ہے۔

اور دفتر اول حصہ چہارم صـ۲۲۱ میں اسی مضمون کو حضرت خواجہ خواجگان عبید اللہ احرار سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فرمودہ اند کہ خواجگان ایں سلسلہ علیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم بہر زراقے ورقاصے نسبت ندارند کارخانہ ایشاں بلند ست ؎

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ عالیہ کے پیران طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہر مکار اور ناچنے والے سے کوئی نسبت نہیں رکھتے ان کا کارخانہ بلند ہے

حیف باشد شرح او اندر جہاں
ہمچو راز عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصف او تارہ برند
پیش ازاں کز فوت آں حسرت خورند

دنیا میں اسکو بیان کرتے ہوئے افسوس ہوتا ہے اس راز کو عشق کی طرح چھپانا چاہیئے۔ مگر میں نے اسلئے بیاں کیا کہ لوگ اس دولت کو حاصل کریں قبل اسکے کہ مفقود ہو جانیسے حسرت کرنا پڑے

اگر و فاترے در بیان خصائص و کمالات ایں بزرگان ثبت نمودہ آید حکم قطرۂ باشد از دریائے بے نہایت۔

ان بزرگوں کے مخصوص کمالات کا بیان اگر دفتروں میں درج کیا جائے تو بھی مثل ایک قطرہ کے ہوگا سمندر کے مقابلہ میں۔

ع وادیم تراز گنج مقصود نشاں

ہم نے تمکو خزانہ مقصود کا پتہ دیدیا۔

پس اب خیال کرنا چاہیئے کہ جن کو بدعت سے اتنی نفرت ہو کہ بدعت کی

کسی قسم کو حسنہ کہنا بھی جائز نہ سمجھتا ہو بھلا اس کے کلام میں بدعت کی تائید چہ معنی۔
آج بہت سے لوگ اپنے کو مجددی کہکر بدعت کو حسنہ کہتے ہیں تمام رضاخانیوں کا یہی قول ہے مبارک فتویٰ کا مولف بھی انھیں میں ہیں۔

امام ربانی تو بدعت سے اس قدر بیزار ہیں کہ جو نئی بات حد جواز میں آتی ہو اس کو بھی پسند نہیں کرتے اور سد باب کیلئے اسکو بھی منع فرماتے ہیں جیسا کہ ایک مکتوب انکا درباب میلاد شریف مباحثہ امروہہ میں پیش ہو چکا ہے۔

ف۔ ہر بدعت کو سیئہ کہنا امام ربانی کے مخصوصات میں سے نہیں ہے علامہ محقق مولانا الشیخ عبدالحی فرنگی محلی اپنی کتاب تحفۃ الاخیار میں لکھتے ہیں۔

والقول الثانی وھو الاصح بالنظر	دوسرا قول جو بنظر دقیق زیادہ صحیح ہے یہ ہے
الدقیق ان حدیث کل بدعۃ ضلالۃ	کہ وہ حدیث کہ "ہر بدعت ضلالت ہے"
باق علی عمومہ وان المراد بہ البدعۃ	اپنے عموم پر قائم ہے اور مراد اس سے بدعت
الشرعیۃ وھی مالم یوجد فی القرون	شرعیہ ہے بدعت شرعیہ وہ بدعت ہے
المشھود لھا بالخیر ولم یوجد لہ	جو ان تین قرنوں میں جن کے خیر ہونے کی
اصل من الاصول الشرعیۃ ومن	شہادت دی گئی ہے نہ پائی جائے اور
المعلوم ان کل ما کان علی ھذہ	نہ اس کیلئے کوئی اصل اصول شرعیہ میں سے
الصفۃ فھو ضلالۃ قطعا والی	ہو اور ظاہر ہے کہ جو چیز ایسی ہو گی وہ
ھذا القول مال السید فی شرح	یقیناً ضلالت ہو گی اسی قول کی طرف
المشکوٰۃ والحافظ ابن حجر فی الھدی	سید شریف شرح مشکوٰۃ میں اور حافظ
الساری مقدمۃ فتح الباری و	ابن حجر ہدی ساری مقدمہ فتح الباری میں

فی فتح الباری وابن حجر الهیتمی المکی فی فتح المبین شرح الاربعین وغیرھم۔	اور فتح الباری میں اور ابن حجر ہیتمی مکی فتح مبین شرح اربعین میں اور ان کے علاوہ دوسرے علما قائل ہوئے ہیں۔

جواب سوال دوم۔ یہ اعتراض بالکل لغو ہے چہل مسائل کے حوالجات بالکل صحیح ہیں مجموعۃ الفتاوی حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چھپا ہوا موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے ایسی مطبوعہ اور عام الاشاعت کتب کے صحیح حوالوں کو غلط کہنا بڑی جرأت اور انتہائی حیاداری کی دلیل ہے اسکی تصدیق کی بہترین صورت یہ ہے کہ آپ ان رضاخانیوں کو اس بات پر آمادہ کیجئے کہ ایک باقاعدہ مجلس منعقد کریں اور ان مسائل اختلافیہ کا فیصلہ محض مولانا عبدالحی صاحب کی تصانیف اور انکے فتاوی پر رکھیں۔ آپ دیکھ لیجئے گا کہ کبھی کوئی رضاخانی اسپر راضی نہ ہوگا مبارک فتوے کے مؤلف نے حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مستند عالم اور وہابیت سے بری و بیزار کہکر ایک تھوڑی دیر کے واسطے تو اپنی جان بچائی لیکن حقیقت میں اپنے واسطے اور اپنے فرقے کے واسطے ایک سخت مصیبت کا سامان فراہم کیا ہے کہ ہمیشہ پچھتایا کریں گے۔

جواب سوال سوم دونوں حدیثیں صحیح ہیں مگر مطلب غلط بیان کیا جاتا ہے **پہلی حدیث** کے آخری الفاظ یہ ہیں وسکت عن اشیاء من غیر نسیان وسھو فلا تبحثوا عنھا اسکا صاف ترجمہ یہ ہے کہ جن اشیاء سے شارع نے سکوت کیا یعنی نہ ان کا حکم دیا نہ ان کی ممانعت کی ان اشیاء سے بحث نہ کرو بحث نہ کرنے کا یہ مطلب کہ وہ مباح ہیں مؤلف مبارک فتوی کی طبعزاد بات ہے بلکہ بحث نہ کرنے کا

مطلب یہ ہے کہ ان اشیا کے جواز و عدم جواز کے متعلق سوالات مت کرو۔ علماء لکھتے ہیں کہ یہ حکم صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کیلئے مخصوص تھا صحابہ کرام کو حکم تھا کہ رسول جس بات سے سکوت فرمائیں اسکے متعلق ان سے سوالات نہ کرو ورنہ ظاہر ہے کہ دین میں تنگی پیدا ہو جائیگی۔ قرآن شریف کی ایک آیت سے بھی یہ حکم ظاہر ہوتا ہے۔

لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنہا حین ینزل القرآن تبد لکم یعنی اے مسلمانوں ان چیزوں کی بابت سوالات نہ کرو کہ اگر انکا حکم تم سے بیان کر دیا جائے تو تمہارے لئے باعث تکلیف اور اگر نزول قرآن کے زمانہ میں سوالات کر و گے تو ضرور اس کا حکم تم پر ظاہر کر دیا جائے گا۔

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ نے سکوت کی ہوئی اشیاء سے بحث کرنا ان کی بابت سوالات کرنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ مگر نزول قرآن کا زمانہ ختم ہونے کے بعد ان سکوت کی ہوئی اشیا کے متعلق ائمہ مجتہدین نے بحثیں کیں اجتہاد تو شارع کے سکوت کی ہوئی اشیا کے متعلق ہوتا ہی ہے۔ پھر اجتہاد کے بعد ان سکوت کی ہوئی اشیاء میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی ہوا کسی مجتہد کے نزدیک ایک شے جائز قرار پائی ہے اور کسی کے نزدیک ناجائز۔

تمام سکوت کی ہوئی اشیا کا مباح ہونا جیسا کہ مولف مبارک فتوی نے بیان کیا ہے بالبداہتہ باطل ہے۔ کتب فقہ نکال کر دیکھو بہت سی اِن چیزوں کو جنسے شارع نے سکوت کیا ہے ناجائز اور مکروہ لکھا ہوا پاؤ گے اور بہت سے چیزوں کو واجب اور ضروری۔ علاوہ اسکے سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس مطلب کی بنا پر بدعت سیئہ تو کوئی چیز ہی نہ رہے گی کیونکہ بدعت سیئہ بھی انھیں سکوت کی ہوئی اشیاء

میں ہوتی ہے اور بتصریح مؤلف مبارک فتوی سکوت کی ہوئی اشیاء سب مباح ہیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔

اس موقع پر اکثر رضا خانی اصول فقہ کے اس مسالہ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جبتک کسی شے کے متعلق حرمت یا کراہت کی دلیل نہ ملے اس وقت تک اس شے کو جائز و مباح کہا جائیگا مؤلف مبارک فتوی نے بھی شامی سے اسکو نقل کیا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ مسالہ عبادات کے متعلق نہیں ہے عبادات میں وہی عبادت درست ہے جسکے متعلق شارع کا حکم موجود ہو یا قواعد شرعیہ اسکو مقتضی ہوں اور جس عبادت کے متعلق کوئی دلیل شرعی نہ ہو وہ قطعاً ناجائز ہے اسی کو بدعت کہتے ہیں۔ اور اگر یہ مسالہ عبادات میں جاری کر دیا جائے تو پھر بدعت سیئہ کیا چیز رہیگی کیونکہ بدعت اسی کو کہتے ہیں جسکے متعلق کوئی دلیل شرعی جواز یا عدم جواز کی موجود نہ ہو۔

اور دوسری حدیث کہ من سنّ سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها یعنی جو شخص کوئی اچھا طریقہ جاری کریگا اسکو اپنی نیکی کا بھی ثواب ملے گا اور جو لوگ اسپر عمل کریں گے ان سب کا بھی ثواب ملے گا۔

اس حدیث کا مطلب بھی رضا خانیوں نے غلط بیان کیا ہے صاف اور صحیح مطلب یہ ہے کہ اچھے طریقہ سے مراد وہ کام ہے جسکی اچھائی دلائل شرعیہ سے ثابت ہو دین میں کسی نئی بات کا نکالنا اس حدیث سے جائز نہیں ہو سکتا جس چیز کی اچھائی دلائل شرعیہ سے ثابت ہو وہ نئی بات نہیں ہو سکتی۔

رضا خانی صاحبان جو اس حدیث میں اچھے طریقہ سے مراد وہ چیز لیتے ہیں جسکے جائز یا ناجائز ہونے پر کوئی دلیل شرعی نہ ہو۔ شریعت اس کے متعلق بالکل ساکت ہو

یہ مطلب بالکل غلط ہے شریعت جس چیز کے متعلق ساکت ہو اس کا اچھا ہونا یا برا ہونا معلوم ہو سکتا ہے اہل سنت کے نزدیک حسن و قبح اشیاء کا شرعی ہے نہ عقلی اہل سنت کے نزدیک اچھی وہی چیز ہے جس کا شریعت حکم دے وہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہماری عقل بھلائی اور برائی کے ادراک کے لئے کافی ہوتی تو پھر نبوت اور وحی کی ضرورت کیا تھی۔ شاید رضاخانیوں نے اس مسئلہ میں بھی دوسرے مسائل کی طرح معتزلہ کا مسلک اختیار کیا ہو اور حسن و قبح کو عقلی مانتے ہوں اچھے طریقہ کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کہیں بیوہ کا نکاح متروک ہو گیا ہے یا لڑکیوں کو میراث میں حصہ نہیں دیتے کوئی شخص اپنی بیوہ بہن یا لڑکی کا نکاح کر دے یا اپنے باپ کی میراث میں اپنی بہن کو بھی حصہ دے تو کہا جائیگا۔ اس نے اچھا طریقہ جاری کیا، یا مثلاً کسی دینی کام کے لئے چندہ ہو رہا ہے کوئی شخص دینے میں سبقت کرے اور بڑی رقم دے تو کہا جائیگا کہ اس نے اچھا طریقہ جاری کیا۔

جواب سوال چہارم فتوے مذکور کے اکثر حوالے غلط اور بے اصل ہیں۔

الف قیام میلاد تو کجا نفس میلاد کو اکابر علمائے مذاہب اربعہ نے منع کیا ہے اور بدعت قبیحہ لکھا ہے چنانچہ علامہ ابن امیر حاج مالکی کی کتاب مدخل کی عبارت[1] مباحثہ لعرہ میں پیش ہو چکی ہے جس کا کوئی جواب مؤلف مبارک فتویٰ نہیں دے سکے۔ یہ علامہ ابن امیر حاج وہ ہیں جن کو خاں صاحب بریلوی نے بھی اپنے رسائل میں امام لکھا ہے۔

اور علامہ احمد بن محمد بن محمد مصری مالکی اپنی نفیس کتاب القول المعتمد میں لکھتے ہیں

ومع هذا فقد اتفق علماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل فمن ينعمه

---

[1] یہ عبارت روئداد ہذا کے صفحہ پر ہے ۱۲۔

قال العلامة معز الدين حسن الخوارزمی فی تاریخہ وصاحب اربل الملک مظفر الدین ابو سعید الکوکبری کان مسرفا یامر علماء زمانہ ان یعملوا باستنباطھم واجتہادھم ولا یتبعوا مذاھب غیرھم حتی مالت الیہ جماعۃ من العلماء وطائفۃ الفضلاء وکان یحتفل بمولد النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی الربیع الاول وھو اول من احدث فی الملک ھذا العمل۔ ترجمہ۔ چاروں مذہب کے علما اس عمل میلاد کی مذمت پر متفق ہیں۔ علامہ معز الدین حسن خوارزمی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اربل کا بادشاہ مظفر الدین ابو سعید کوکبری حد سے گزرنے والا شخص تھا اپنے زمانہ کے علما کو حکم دیتا تھا کہ اپنے استنباط و اجتہاد سے فتوے لکھو دوسروں کے مذاہب کی پیروی نہ کرو چنانچہ ایک جماعت علما و فضلا کی اس کی طرف مائل ہوئی۔ یہ بادشاہ ربیع الاول میں محفل میلاد نبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد کیا کرتا تھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اس کام کو ایجاد کیا۔

عبارت مذکورہ کے بعد القول المعتمد میں مذاہب اربعہ کے بڑے بڑے علما کے علما کے اقوال نفس میلاد کی ممانعت و مذمت میں نقل کئے ہیں جس کا جی چاہے مطالعہ کرے

ب حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۃ الفتاوی کی صرف دو جلدیں ہیں تیسری جلد ان کی نہیں ہے چنانچہ اس کی لوح پر بھی لکھا ہوا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح جلد اول و دوم میں ہر فتوے کے بعد حضرت مولانا کے دستخط ہیں۔ اس تیسری جلد میں شروع سے آخر تک ایک فتوے پر بھی ان کے دستخط نہیں۔

نفس میلاد شریف کی تائید حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور یہی مسلک تمام محققین کا ہے سب اسکو مستحسن جانتے ہیں اور جن علما نے

اصل محفل میلاد کی مخالفت کی ہے ان کے قول کو خلاف تحقیق قرار دیتے ہیں اور ان کی سخت گیری کو سد باب پر محمول کرتے ہیں چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں صاف لکھدیا کہ محفل میلاد حد جواز میں رہ کر بھی نہ کرنا چاہیئے ورنہ سد باب نہ ہوگا۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی فتوے میں بدعت کی دو قسمیں نہیں بیان کیں بلکہ ان کی تحقیق بھی یہی ہے کہ ہر بدعت سیئہ اور ضلالت ہے جیسا کہ ان کی کتاب تحفۃ الاخیار کی عبارت سوال اول کے جواب میں نقل ہو چکی۔

قیام میلاد کو بدعت حسنہ اور مباح قرار دینا حضرت مولانا عبدالحی صاحب پر افترا ہے مجموعۃ الفتاوی جلد سوم میں جو کچھ ہے وہ ان کا فتویٰ نہیں ہے ان کا فتویٰ وہ ہے جو مجموعۃ الفتاوی جلد دوم مطبوعہ شوکت اسلام پریس لکھنؤ ص۴۲۲ و ص۴۲۳ پر ہے جو بلفظہ درج ذیل ہے۔

فتویٰ حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ در باب قیام میلاد

قیام جو بوقت بیان ولادت نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ کیا جاتا ہے اسکی کوئی اصل معتد بہ شرعاً نہیں ہے اور یہ گمان کہ یہ قیام تعظیم نبوی ہے فاسد ہے کا سو جہ سے کہ تین حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ یہ قیام واسطے تعظیم نام پاک محمد ﷺ کے ہے یا واسطے تعظیم ہیات ولادت و تصور وقائع ولادت کے ہے یا واسطے تعظیم ذات محمدی ﷺ کے جسد اور روح یا روح فقط ہے۔ شق اول باطل ہے اولاً اس وجہ سے کہ نام پاک ﷺ کی تعظیم قیام یا انحناء وغیرہ کے ساتھ کہیں نہیں وارد ہے بلکہ بدعت ہے۔ تعظیم نام کی یہ ہے کہ وقت نام لینے یا سننے

لہ نیز حضرت مولانا کی کتاب آثار المرفوعہ کی عبارت اس مسالہ کے متعلق رو داد مناظرہ کے ص۱۲ پر ہے ۱۲

کے درود بھیجا جاوے۔ وثانیاً اس وجہ سے کہ اگر نام لینے کی تعظیم قیام کے ساتھ ہو لازم ہے کہ تمام بیان میلاد کھڑے ہو کے کیا جاوے اور جب نام پاک آپکا لیا جاوے غیر بیان میلاد میں اس وقت قیام کیا جاوے۔

ولا قائل بہ۔ اور شق دوم بھی باطل ہے اس وجہ سے کہ مجرد تصور ہیئات کی تعظیم اس طرح سے نہیں وارد ہے۔ باقی رہی شق ثالث وہ موقوف اس امر پر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وقت بیان ولادت میں جسداً وروحاً یا روحاً تشریف لاتے ہوں اور یہ امر شرع میں نہیں ثابت ہے ومن ادعی فعلیہ البیان بالادلۃ الشرعیۃ لا بما قیل اوبقال۔ اور اگر بالفرض والتقدیر آپ کا تشریف لانا ثابت بھی ہو تو یہ ثابت ہونا محال ہے کہ بوقت بیان ولادت فقط تشریف لاتے ہیں نہ ابتدائے بیان میلاد سے بلکہ بر تقدیر ثابت ہونے تشریف لانیکے ظاہر یہ ہے کہ ابتدائے مجلس سے تشریف لاتے ہونگے پس لازم ہے کہ از ابتدا تا انتہا قیام کیا جاوے۔ ولا یقول بہ احد۔ علاوہ ازیں کتب احادیث میں یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عالم حیات میں اپنے واسطے صحابہ کو کھڑے ہونے سے منع کرتے تھے اور صحابہ آپکے واسطے قیام نہیں کرتے تھے بعد وفات کے آپکے تشریف لانے کے وقت کیونکر جائز ہوگا۔ اور اگر بالفرض والتقدیر قیام بوقت میلاد مشروع بھی ہو تو غایۃ الامر یہ ہے کہ مستحب ہوگا نہ واجب نہ فرض اور علما نے تصریح اس امر کی کی ہے کہ جس مندوب پر اصرار مثل فرائض وواجبات کے کیا جاوے اور اسکے تارک پر ملامت کیجاوے وہ مکروہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ وغیرہ میں لکھا ہے پس اصرار کرنا اس فعل پر اور اسکے تارک پر ملامت کرنا اور اسکو بدنام کرنا اور اسکی تذلیل کی فکر میں رہنا درجہ کراہت تک پہونچاتا ہے۔ الحاصل یہ قیام افراط تعظیم نبوی سے جو ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے اور نہ اسکی کوئی اصل معتد بہ شرعاً پائی جاتی ہے، بلکہ بدعت ہے اور تارکین قیام پر ملامت

کرنے والے مرتکب گناہ کے ہیں۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبدالحی ابو الحسنات]

ج۔ صاحب ہدایہ پر افترا ہے ان کے زمانہ میں قیام میلاد ایجاد بھی نہ ہوا تھا۔ ان کی وفات ۵۹۳ھ میں ہوئی اور محفل میلاد کی ایجاد ۶۰۴ھ میں اور بقول بعض چھٹی صدی کے آخر میں بہر کیف زیادہ سے زیادہ محفل میلاد کی بابت کہا جا سکتا ہے کہ صاحب ہدایہ کے زمانہ میں اس کی بنیاد پڑ چکی ہو لیکن قیام کا تو اس وقت کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ ہدایہ کا غلط حوالہ دینا اور صاحب ہدایہ پر ایسا افترا کرنا واقعی بڑی جرأت کا کام اور لائق تعریف ہے۔

د۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جائز نہیں لکھا مفید مقاصد ہونا اور بات ہے۔ انتباہ میں اعمال و وظائف کی تاثیرات کا بیان ہے جواز و عدم جواز کی بحث اس میں نہیں ہے۔ اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ کوئی عالم فن طب میں کتاب لکھے اور اس کتاب میں شراب کے فوائد اور اس کے خواص کا بیان کرے کوئی بے عقل اس سے استدلال کرے کہ شراب کو فلاں عالم نے جائز لکھا ہے تو یہ کیسی حماقت کی بات ہوگی کتاب انتباہ کی بحث مباحثہ امروہہ میں طے ہو چکی ہے اور خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے وصیت نامہ کی عبارت پیش کرکے اس کا ایسا فیصلہ ہو چکا ہے کہ مؤلف مبارک فتوی کوئی جواب نہیں دے سکے فقط هذا آخر الكلام والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين



عقد ام کلثومؓ بہ فاروق اعظمؓ

محقق دوراں حضرت مولانا عبدالمومن صاحب فاروقیؒ

معرکۃ الآرا تصنیف

جسمیں حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی صاحبزادی حضرت حسینؓ کی چھوٹی بہن حضرت ام کلثومؓ کا فاروق اعظمؓ عمر بن خطاب سے نکاح ثابت کیا گیا اور اس نکاح کے سلسلہ میں معاندین مذہب شیعہ کی ریشہ دوانی بیہودہ تاویلات اور دیگر کارگذاریوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے شیعہ اس نکاح سے انکار کیوں کرتے ہیں ان سب باتوں کو جاننے کیلئے بیحد دلچسپ کتاب عقد ام کلثومؓ پڑھیے۔ رنگین ڈسٹ کور کے ساتھ۔ قیمت صرف ۳/-

پتہ

امام اہل سنت اکاڈمی درگا گنج کاکوری لکھنو ۲۲۷۱۰۷

Price Rs. 3-00

FATEH HAQQANI — Price Rs. 8-00

Publisher : **Abdul Mateen**

Cover Printer by Cheap Printing Press Lko-3-Ph. 49323